رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ
کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان ف۱ چھوڑ دے انکو
يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۳﴾ وَ
کھالیں اور برت لیں اور امیدیں لگے رہیں سو آئندہ معلوم کر لیں گے ف۲ اور
مَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ
کوئی بستی ہم نے غارت نہیں کی مگر اس کا وقت لکھا ہوا تھا مقرر ف۳ نہ سبقت کرتا ہے
مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۵﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ
کوئی فرقہ اپنے وقت مقرر سے اور نہ پیچھے رہتا ہے ف۴ اور لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص کہ تجھ پر
عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ
اترا ہے قرآن تو بیشک دیوانہ ہے ف۵ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو
مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا
سچا ہے ف۶ ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو مگر کام پورا کر کے اور اس وقت نہ ملیگی
إِذًا مُنْظَرِينَ ﴿۸﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۹﴾ وَ
انکو مہلت ف۷ ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ف۸ اور
لَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ
ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے اگلے فرقوں میں اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی
رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۱۱﴾ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ
رسول مگر کرتے رہے ہیں اس سے ہنسی ف۹ اسی طرح بٹھا دیتے ہیں ہم اس کو دل میں
الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾
گنہگاروں کے ف۱۰ یقین نہ لائیں گے اس پر اور ہوتی آئی ہے رسم پہلوں کی ف۱۱
وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿۱۴﴾
اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان سے اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں

ف۱ یعنی آج منکرین نے قرآن واسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کرینگے اور دست حسرت مل کر کہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے وہ وقت کب آئیگا؟ اسمیں اختلاف ہوا ہے۔ہم ابن الانباری کے قول کے موافق اسکو عام رکھتے ہیں یعنی دنیا وآخرت میں جو مواقع کافروں کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہینگے۔ہر موقع پر کفار کو رہ رہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمتِ اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت ہوگی۔اس سلسلہ میں پہلا موقع تو "جنگِ بدر" کا تھا جہاں کفار مکہ نے مسلمانوں کیطرف کھلا ہوا غلبہ اور تائید غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقرائے مہاجرین اور اوس وخزرج کے کاشتکاروں کو اونچی ناک والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اس دولت سے محروم ہیں۔اسی طرح اسلامی فتوحات وترقیات کی ہر ایک منزل پر کفار کو اپنی تہیدستی وحرمان پر پچتانے اور دل سے اشک حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔انتہائی حسرت وافسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کیلئے سامنے کھڑا ہے اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آرہے ہیں۔اس وقت ہاتھ کاٹیں گے اور آرزو کرینگے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کرلیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہ سکتے۔اس سے بھی بڑھ کر یاس انگیز نظارہ وہ ہوگا جو طبرانی کی حدیث میں ہے، نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہیگا وہاں رہیں گے۔بعدہٗ مشرکین ان پر طعن کرینگے کہ تمہارے ایمان وتوحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو، اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔یہ فرما کر نبی کریم صلعم نے آیت پڑھی۔"رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ" گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کرینگے۔

ف۲ یعنی جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ انکے غم میں نہ پڑیے بلکہ چند روز انہیں بہائم کی طرح کھانے پینے دیجئے۔یہ خوب دل کھول کر دنیا کے مزے اڑالیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں۔عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقت حال کھل جائیگی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائیگا۔چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی۔اور پوری تکمیل آخرۃ میں ہو جائیگی۔

ف۳ یعنی جس قدر بستیاں اور قومیں پہلے ہلاک کی گئیں، خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی تھی نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا۔جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور تعذیب کا وقت آپہنچا، ایک دم میں غارت کر دی گئی۔موجودہ کفار بھی امہال وتاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔جو تاخیر کی جارہی ہے اس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں۔مثلاً ان میں سے بعض کا یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہے۔فوری عذاب کی صورت میں اسکے وقوع کی کوئی صورت نہیں

ف۴ یعنی امم مہلکہ کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قوم کے عروج وزوال یا موت وحیات کی جو میعاد مقرر ہے وہ اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی

ف۵ مشرکین مکہ یہ الفاظ محض بطریق استہزاء واستخفاف کہتے تھے یعنی آپ سب سے آگے بڑھ کر خدا کے یہاں سے قرآن لے آئے، دوسروں کو احمق وجاہل تبلانے لگے بلکہ ساری دنیا کو الٹی میٹم دیا، اس پر یہ دعویٰ ہے کہ آخر میں ہی غالب ہونگا اور ایک وقت آئے گا کہ منکرین حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہو جاتے۔یہ کونسی عقل وہوش کی باتیں ہیں؟ کھلی ہوئی دیوانگی ہے اور جو پڑھ کر سناتے ہو مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔(العیاذ باللہ)

ف۶ اگر بارگاہِ احدیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں سے خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپکے ساتھ کیوں نہ آئی۔جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی، نہ مانتے تو فوراً سزا دیتی۔

ف۷ یعنی ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہ مانیں گے پھر انکے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض صحیح کے لئے بھیجتے ہیں، یوں ہی بے فائدہ تماشا دکھلانا مقصود نہیں ہوتا۔عموماً عادت اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل تفہیم وہدایت کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اسکے ہلاک کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے پھر اس کو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے صرف یہی ایک مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کر دیا جائے جو فی الحال حکمت الٰہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا، یہ تو آخری صورت ہے جو سب منزلیں طے ہو چکنے اور سب کام ختم کئے جانے کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے۔

ف۸ یعنی تمہارا استہزاء وتعنت اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا، قرآن وحامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔یاد رکھو اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔جس شان اور ہیئت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی ومعنوی سے محفوظ ومصون رکھا جائے گا۔زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے، زبان کی فصاحت وبلاغت اور علم وحکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں، پر قرآن کی صوری ومعنوی اعجاز میں اصلا ضعف واانحطاط محسوس نہ ہوگا۔قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہونگی۔لیکن اسکے ایک نقطہ کو گم نہ کر سکیں گی۔حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب ومغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔"میور" کہتا ہے "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں

بقیہ فوائد صفحہ ٣٤٧ تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں" واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اسکے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتّٰی کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پر ہے، کس طرح فر فر سنا دیتا ہے پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اسکو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظِ قرآن کے متعلق یہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

ف٩ آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کی تکذیب و استہزاء سے دلگیر نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اسکی ہنسی اڑائی، کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے۔ فرعون نے موسٰی علیہ السلام کی نسبت کہا تھا "اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ" (شعراء رکوع ٢) اور وہ ہی فرشتوں کی فوج لانے کا مطالبہ کیا جو قریش آپ سے کر رہے تھے۔ "لَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ" (زخرف رکوع ٥)

ف١٠ یعنی جو لوگ ارتکاب جرائم سے باز نہیں آتے ہم ان کے دلوں میں اسی طرح استہزاء و تکذیب کی عادت جاگزیں کر دیتے ہیں جب ان کے دل میں کانوں کے راستہ سے وحی الٰہی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ تکذیب بھی چلی جاتی ہے۔

ف١١ یعنی ہمیشہ یوں ہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ متمردین ہلاک و رسوا کئے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔

ع ١٥ ا

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ
تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے ہماری نگاہ کو نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے ف١ اور ہم نے
جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ
بنائے ہیں آسمان میں برج ف٢ اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں ف٣ اور محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر
شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾
شیطان مردود سے مگر جو چوری سے سن بھاگا سو اس کے پیچھے پڑا انگارہ چمکتا ہوا ف٤
وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ
اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور رکھ دیے اس پر بوجھ اور اگائی اس میں
كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ
ہر چیز اندازے سے اور بنا دیے تمہارے واسطے اس میں معیشت کے اسباب اور وہ چیزیں جن کو تم
لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ
روزی نہیں دیتے ف٥ اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم
اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
اندازہ معین پر ف٦ اور چلائیں ہم نے ہوائیں اوس بھری پھر اتارا ہم نے آسمان سے
مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ
پانی پھر تم کو وہ پلایا ف٧ اور تمہارے پاس نہیں اس کا خزانہ ف٨ اور ہم ہی ہیں
نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ
جلانے والے اور مارنے والے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے ف٩ اور ہم نے جان رکھا ہے آگے بڑھنے والوں کو
مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ
تم میں سے اور جان رکھا ہے پیچھے رہنے والوں کو ف١٠ اور تیرا رب وہی اکٹھا کر لائے گا ان کو
اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ۧ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
بیشک وہی ہے حکمتوں والا خبردار ف١١ اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے

ع ٢

فوائد صفحہ ہذا۔ ف١ یعنی فرشتوں کا اتارنا تو اس قدر عجیب نہیں، اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انہیں اوپر چڑھا دیں اور یہ دن بھر اسی شغل میں رہیں، تب بھی ضدی اور معاند لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس وقت کہہ دینگے کہ ہم پر نظر بندی یا جادو کیا گیا ہے۔ شاید ابتداء میں نظر بندی سمجھیں اور آخر میں بڑا جادو قرار دیں۔

ف٢ "بروج" سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں بعض نے منازل شمس و قمر کا ارادہ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔

ف٣ یعنی آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب بادل اور گرد و غبار نہ ہو، بیشمار ستاروں کے قمقموں سے آسمان دیکھنے والوں کی نظر میں کس قدر خوبصورت اور پر عظمت معلوم ہوتا ہے اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں کتنے نشان حق تعالٰی کی صنعت کاملہ، حکمت عظیمہ اور وحدانیت مطلقہ کے پائے جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے اتارنے یا ان کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اگر ماننا چاہیں تو آسمان و زمین میں قدرت کے نشان کیا تھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھ دار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے روشن نشان دیکھ کر انہوں نے کیا معرفت حاصل کی؟ جو آئندہ توقع رکھی جائے۔

ف٤ یعنی آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا۔ بلکہ بعثت محمدی صلعم کے وقت سے تو ان کا گذر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش انکی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہو کر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتشباری کی جائے۔ نصوص قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر سماء دنیا پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق "عنان" (بادل) میں فرشتے اسکا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں، اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس ٹیلیفون جا رہا ہو اسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں، ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پھٹتا ہے۔ اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اسی دوا دوش اور ہنگامۂ دار و گیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو انکے معتقدین اسے انکی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں

(بقیہ فوائد صفحہ ٣٤٩ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۸- ان سے اغماض وتغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث نے یہ واقعات بیان کرکے متنبہ کردیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہ ہی عالم ملکوت ہے، شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب وافترا کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتد بہ دسترس حاصل کرلے۔ باقی جو ایک آدھ جملہ ادھر اُدھر کا فرشتوں سے سن بھاگتا ہے، حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اسکی قطعاً بندش کردی جائے۔ وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا، مگر یہ بات اسکی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیاطین الجن والانس کو جن کی بابت اُسے معلوم ہے کہ کبھی اغوار واضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب ووسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑے گی۔ اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔ (تنبیہ) شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند ترچوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے انکا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے۔ اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کرلو۔ یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کیلئے ہوتا ہے ممکن ہے انکے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں۔ اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ف۵ یعنی نوکر چاکر حیوانات وغیرہ جن سے کام اور خدمت ہم لیتے ہیں اور روزی ان کی خدا کے ذمہ ہے۔

ف۶ یعنی جو چیز جتنی مقدار میں چاہے پیدا کردے، نہ کچھ تعب ہوتا ہے نہ تکان؛ ادھر ارادہ کیا اُدھر وہ چیز موجود ہوئی۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اسکی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلاکم وکاست نکلی چلی آتی ہے۔

ف۷ یعنی برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں، ان سے پانی برستا ہے جو نہروں چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ خدا چاہتا تو اسے پینے کے قابل نہ چھوڑتا، لیکن اس نے اپنی مہربانی سے کس قدر شیریں اور لطیف پانی تمہارے بارہ مہینہ پینے کیلئے زمین کے مسام میں جمع کردیا۔

ف۸ یعنی نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے نہ نیچے چشمے اور کنویں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے، نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لاسکتے ہو اور اگر کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک کردے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے قابو حاصل کرسکتے ہو۔

ف۹ یعنی دنیا فنا ہو جائیگی، ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحؒ لکھتے ہیں "ہر کوئی مرجاتا ہے اور اس کی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔"

ف۱۰ یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص یا اسکے اعمال ہمارے احاطۂ علمی سے باہر نہیں، حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، اسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائیگا۔ (تنبیہ) آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے۔ ولادت میں ہو یا موت میں، یا اسلام میں، یا نیک کاموں میں، صفوف صلوٰۃ میں آگے پیچھے رہنا بھی نیک کام کے ذیل میں آگیا۔

ف۱۱ یعنی ایک ایک ذرہ اسکے علم میں ہے۔ جب اسکی حکمت مقتضی ہوگی کہ سبکو بیک وقت انصاف کیلئے اکٹھا کیا جائے تو کچھ دشواری نہ ہوگی۔ قبر کی مٹی، جانوروں کے پیٹ، سمندر کی تہ، ہوائی فضا میں یا جہاں کہیں کسی چیز کا کوئی جزء ہوگا، وہ اپنے علم محیط اور قدرت کاملہ سے جمع کردیگا۔

فوائد صفحہ ہذا- ف۱ آیاتِ آفاقیہ کے بعد بعض آیات انفسیہ کو بیان فرماتے ہیں جس کے ضمن میں شاید یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ جس ذات منبع الکمالات نے تم کو ایسے انوکھے طریقہ سے اول پیدا کیا، دوبارہ پیدا کرکے ایک میدان میں جمع کردینا کیا مشکل ہے۔ (تنبیہ) آدمی کی پیدائش کے متعلق یہاں دو لفظ فرمائے "صلصال" (بجنے والی کھنکھناتی مٹی جو آگ میں پکنے سے اس حالت کو پہنچتی ہے اسی کو دوسری جگہ "کالفخار" فرمایا) اور "حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" (سڑا ہوا گارا جس سے بُو آتی ہو) خیال یہ ہوتا ہے کہ اول سنے ہوئے گارے سے آدم کا پتلا تیار کیا، پھر جب خشک ہو کر اور پک کر کھن کھن بجنے لگا، تب مختلف تطورات کے بعد اس درجہ پر پہنچا کہ انسانی روح پھونکی جائے۔ روح المعانی میں بعض علماء

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

سنے ہوئے گارے سے ف۱ اور جانّ کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لُو کی آگ سے ف۲

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا

گارے سے پھر جب ٹھیک کروں اُس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے تو گر پڑیو

لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ

اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے ف۳ تب سجدہ کیا ان فرشتوں نے سب نے مل کر مگر ابلیس نے

اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ

نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ

مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ

ہوا سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾

کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے فرمایا تو تُو نکل یہاں سے ف۴ تجھ پر مار ہے ف۵

وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی

اور تجھ پر پھٹکار ہے اس دن تک کہ انصاف ہو ف۶ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک

یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ

کہ مردے زندہ ہوں فرمایا کہ تو تجھ کو ڈھیل دی اسی مقرر وقت کے

الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ

دن تک ف۷ بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھودیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین میں

وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

اور راہ سے کھودوں گا اُن سب کو مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ف۸

کا قول نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "كَاَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ اَفْرَغَ الْحَمَاَ فَصَوَّرَ مِنْ ذٰلِكَ تِمْثَالَ اِنْسَانٍ اَجْوَفَ فَیَبِسَ حَتّٰٓی اِذَا نُقِرَ صَوَّتَ ثُمَّ غَیَّرَهٗ طَوْرًا بَعْدَ طَوْرٍ حَتّٰی نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ" حضرت شاہ صاحب رحؒ لکھتے ہیں مٹی پانی میں ترکی اور خمیر اٹھایا کہ کھن کھن بولنے لگی، وہ ہی بدن ہوا انسان کا۔ اسکی خاصیتیں سختی اور بوجھ اس میں رہ گئیں اسی طرح گرم ہوا کی خاصیت (حدت وخفت) جن کی پیدائش میں رہی۔ راغب اصفہانی نے ایک طویل مضمون کے ضمن میں متنبہ کیا ہے کہ "حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" اور "طِیْنٍ لَّازِبٍ" وغیرہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو ملا کر ہوا سے خشک کیا اور "فخار" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کسی درجہ میں آگ سے پکایا گیا یہ ہی ناری جزء آدمی کی شیطنت کا منشار ہے اسی مناسبت سے ایک جگہ فرمایا "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ" راغب کا یہ مضمون بہت طویل اور دلچسپ ہے، افسوس ہے ہم اس کا خلاصہ بھی یہاں درج نہیں کرسکتے۔

ف۲ یعنی لطیف آگ ہوا ملی ہوئی۔ کما قال وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن رکوع ۱) یا یوں کہو تیز ہوا جو آگ کی طرح جلانے والی ہو، جسے ہمارے یہاں "لُو" کہتے ہیں۔ بہرحال آدمیوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصر ترابی غالب تھا اور جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہوا جس میں ناری عنصر کا غلبہ تھا، ابلیس بھی اسی قسم میں تھا۔

ف۳ یعنی آدم کا پتلا ٹھیک کرکے اس قابل کردوں کہ روح انسانی فائض کی جاسکے پھر اس میں جان ڈال دوں جس سے ایک جماد انسان بن جاتا ہے، اس وقت تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ سب سجدہ میں گر پڑو (تنبیہ) "روح" (جان) کی اضافت جو اپنی طرف کی، (بقیہ...)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۹ - یہ محض تشریف وتکریم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کیلئے ہے یعنی وہ خاص "جان" جس میں نمونہ ہے میری صفات (علم وتدبر وغیرہ) کا، اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے والی اور بسبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبتہً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے دوسرے عنوان سے اس اضافت پر روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں اگر آفتاب کو قوت گویائی ملجائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا، تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا؟ جب یہ کہنا صحیح ہے حالانکہ نہ آفتاب زمین میں حلول کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے، بلکہ زمین سے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا، بجز اسکے کہ اس سے بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی رہے، تو ارا الوا خدا کا یہ فرمانا کہ میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی، حلول واتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔ "روح" کے متعلق مناسب کلام انشاء اللہ آئندہ "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ" میں کیا جائیگا۔ ف۴ یعنی جنت سے یا آسمان سے یا اس مقام عالی سے نکل جہاں اب تک پہنچا ہوا تھا۔ ف۵ یعنی مردود ومطرود ہے یا "رجیم" سے اشارہ اسی طرف ہو جو پہلے گذرا کہ شہب سے شیاطین کا رجم کیا جاتا ہے۔ گویا اس لفظ میں اسکے شبہ کا جواب دیا گیا۔ کہ تیرا سجود سے انکار کرنا شرف عنصری کی بنا پر نہیں فضل وشرف تو اسی کیلئے ہے جسے خدا تعالیٰ سرفراز فرمائے۔ ہاں تیرے اِبا واستکبار کا منشا روہ شقاوت، بدبختی ہی جو تیری سوءِ استعداد کی وجہ سے مقدر ہو چکی ہے۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ
فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی ف۱ جو میرے بندے ہیں تیرا ان

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ
پر کچھ زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا بہکے ہوؤں میں ف۲ اور دوزخ پر

لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ
وعدہ ہے ان سب کا ف۳ اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے واسطے ان میں سے

مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ
ایک فرقہ ہے بانٹا ہوا ف۴ پرہیزگار ہیں باغوں میں اور چشموں میں ف۵ کہیں گے ان کو جاؤ ان میں سلامتی سے

اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ
خاطر جمع سے ف۶ اور نکال ڈالی ہم نے جو ان کے جیوں میں تھی خفگی بھائی ہو گئے ف۷ تختوں پر بیٹھے

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ
آمنے سامنے ف۸ نہ پہنچے گی ان کو وہاں کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے ف۹ خبر سنادے

عِبَادِىْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِىْ هُوَ الْعَذَابُ
میرے بندوں کو کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی عذاب

الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا
دردناک ہے ف۱۰ اور حال سنادے ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا ف۱۱ جب چلے آئے اس کے گھر میں اور بولے

سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ
سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے ف۱۲ بولے ڈر مت ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِىْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِىَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾
ایک ہوشیار لڑکے کی ف۱۳ بولا کیا خوشخبری سناتے ہو مجھ کو جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اب کاہے پر خوشخبری سناتے ہو ف۱۴

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ
بولے ہم نے تجھ کو خوشخبری سنائی سچی سو مت ہو تو ناامیدوں میں بولا اور کون

ف۶ یعنی قیامت کے دن تک خدا کی پھٹکار اور بندوں کی طرف سے لعنت پڑتی رہے گی۔ اس طرح آناً فاناً خیر سے بعید تر ہوتا رہے گا۔ جب قیامت تک توفیق خیر کی نہ ہوگی تو اسکے بعد تو کوئی موقع ہی نہیں کیونکہ آخرت میں ہر شخص وہ ہی کاٹے گا جو یہاں بویا ہے۔ یا یوں کہو کہ قیامت کے دن تک لعنت رہے گی۔ اسکے بعد جو بیشمار قسم کے عذاب ہونگے وہ لعنت سے کہیں زیادہ ہیں، یا "اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ" کا لفظ دوام سے کنایہ ہو۔
ف۷ یعنی اس وقت تک تجھے ڈھیل دی جاتی ہے جی کھول کر ارمان نکال لے اس واقعہ کی تفصیل "بقرہ" اور "اعراف" میں گذر چکی ہے۔ ہم نے "اعراف" کے دوسرے رکوع میں اسکے اجزاء پر جو کچھ کلام کیا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔
ف۸ یعنی دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشات نفسانی کے جال میں پھنساؤنگا اور تیرے مخصوص ومنتخب بندوں کے سوا سب کو راہ حق سے ہٹا کر رہونگا۔ یہ کلمات لعین نے جوشِ انتقام میں کہے مطلب یہ تھا کہ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جس کی وجہ سے میں دور پھینکا گیا ہوں۔ اپنی قدرت اور بساط کے موافق اسکی نسلوں تک سے بدلہ لیکر چھوڑوں گا۔ سورۂ "اعراف" میں اس موضوع پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔
فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی بیشک بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت واخلاص کی راہ اختیار کرینگے وہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے۔ اور جو ملعون کی پیروی کرینگے اسکے ہمراہ دوزخ میں جائینگے۔ بعض مفسرین نے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ" کو تہدید پر حمل کیا ہے یعنی او ملعون! لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگے گا وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو۔ پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جا سکتا ہے اس وقت کلام ایسا ہوگا جیسے کہتے ہیں "اِفْعَلْ مَا شِئْتَ فَطَرِيْقُكَ عَلَىَّ" اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" واللہ اعلم
ف۲ یعنی بیشک چنے ہوئے بندوں پر جن کا ذکر اوپر ہوا تیرا کچھ زور نہ چلے گا۔ یا یہ مطلب ہو کہ کسی بندے پر بھی تیری زبردستی نہیں چل سکتی۔ ہاں جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت وحماقت سے تیرے پیچھے ہو لیا وہ اپنے اختیار سے خراب وبرباد ہوا۔ جیسے پہلے خود شیطان کا مقولہ گذر چکا "وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِىْ" (ابراہیم رکوع ۴)
ف۳ یعنی تیرے اور تیرے ساتھیوں کیلئے دوزخ کا جیلخانہ تیار ہے تم سب اسی گھاٹ اتارے جاؤ گے۔

ف۴ بعض سلف نے "سَبْعَةُ اَبْوَابٍ" سے دوزخ کے سات طبقے اوپر نیچے مراد لئے ہیں، چنانچہ انکے نام ابن عباس نے یہ بتلائے ہیں۔ جہنم، سعیر، لظٰی، حطمہ، سقر، جحیم، ہاویہ اور لفظ جہنم ایک خاص طبقہ اور مجموعہ طبقات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے بعض کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہونگے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے، ویسے دوزخ کے سات دروازے ہیں بدعمل والوں پر بانٹے ہوئے۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اسلئے ہے کہ بعضے موحدین نرے فضل سے جنت میں جائینگے بغیر عمل کے۔ باقی عمل میں دروازے برابر ہیں"۔ ف۵ جو لوگ کفر وشرک اور معاصی وذنوب سے پرہیز کرتے ہیں، وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے چشمے اور نہریں بہتی ہونگی شیطان کے متبعین کے بعد یہ عباد مخلصین کا انجام بیان فرمایا ف۶ یعنی فی الحال تمام آفات وعیوب سے صحیح وسالم اور آئندہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کی فکر، پریشانی، گھبراہٹ اور خوف وہراس سے بے کھٹکے۔ ف۷ یعنی جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہے گی۔ بالکل پاک وصاف کر کے داخل کئے جائیں گے نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا، بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت والفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھکر مسرور ومحظوظ ہوگا۔ اسکا کچھ بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ کے اخیر ربع میں گذر چکا۔ ف۸ یعنی عزت وکرامت کے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کرینگے، ملاقات وغیرہ کے وقت ایسی نشست نہ ہوگی جسمیں کوئی آگے کوئی پیچھے ہو ف۹ حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائیگا، اے اہل جنت! اب تمہارے لئے یہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو کبھی بیماری نہ ستائے، ہمیشہ زندہ رہو

(بقیہ صفحہ ۳۵۱)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۰- کبھی موت نہ آئے۔ ہمیشہ آرام سے مقیم رہو، کبھی سفر کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔ **ف۱۰** "مجرمین" اور "متقین" کا الگ الگ انجام بیان فرما کر یہاں تنبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اصل سے اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اسی کی ہے، تمام دنیا کی مہربانیاں اسکی مہربانی کا پرتو ہیں لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کرلے تو پھر اسکی سزا بھی ایسی سخت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ سعدی نے خوب فرمایا ؎

بتہدید گر برکشد تیغ حکم ۔ بمانند کروبیاں صم و بکم
وگر در دہد یک صلائے کرم ۔ عزازیل گوید نصیبے برم

آگے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے۔ وہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے، تا معلوم ہو کہ خدا کی دونوں صفتیں (رحمت و غضب) پوری ہیں۔ بندوں کو چاہئے نہ دلیر ہوں، نہ آس توڑیں۔ **ف۱۱** "مہمان" اس لئے کہا کہ ابراہیم ابتداءً انہیں مہمان ہی سمجھے، بعد میں کھلا کہ فرشتے ہیں۔ **ف۱۲** دوسری جگہ آیا ہے "وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً" یعنی خوف کو دل میں چھپایا تو کہا جائیگا کہ ابتداء میں چھپانے کی کوشش کی۔ آخر ضبط نہ کر سکے، زبان سے ظاہر کردیا۔ یا یہ مطلب ہو کہ باوجود چھپانے کے خوف کے آثار چہرہ وغیرہ پر اس قدر عیاں تھے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ڈر کس بات کا تھا؟ اسکی تفصیل سورۂ ہود میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کی جائے۔ اور اس واقعہ کے دوسرے اجزاء پر بھی جو کلام کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ مراجعت کرلی جائے۔

يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (۵۶) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا
آس توڑے اپنے رب کی رحمت سے مگر جو گمراہ ہیں **ف۱** بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری اے
الْمُرْسَلُوْنَ (۵۷) قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (۵۸) اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ
اللہ کے بھیجے ہوؤ **ف۲** بولے ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے ع
اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۵۹) اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۶۰)
ہم ان کو بچالیں گے سب کو مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھہرالیا وہ ہے رہ جانے والوں میں **ف۳**
فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ (۶۱) ۙ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (۶۲)
پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا تم لوگ ہو اوپرے **ف۴**
قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (۶۳) وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ
بولے نہیں پر ہم لے کر آئے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں وہ جھگڑتے تھے **ف۵** اور ہم لائے ہیں تیرے پاس
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۶۴) فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ
پکی بات اور ہم سچ کہتے ہیں **ف۶** سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات رہے سے اور تو چل ان کے پیچھے
وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ (۶۵) وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ
اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی **ف۷** اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہے **ف۸** اور مقرر کردی ہم نے
ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ (۶۶) وَجَآءَ اَهْلُ
اس کو یہ بات کہ اُن کی جڑ کٹے گی صبح ہوتے **ف۹** اور آئے شہر کے
الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ (۶۷) قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ (۶۸) ۙ
لوگ خوشیاں کرتے **ف۱۰** لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو **ف۱۱**
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ (۶۹) قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (۷۰) قَالَ
اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ **ف۱۲** بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا جہان کی حمایت سے **ف۱۳** بولا یہ
هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۷۱) ؕ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۷۲)
حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے **ف۱۴** قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں **ف۱۵**

ف۱۳ یعنی ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے۔ اس بڑھاپے میں ہم تم کو اولاد کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اولاد بھی کیسی؟ لڑکا، نہایت ہوشیار، بڑا عالم، جسے پیغمبرانہ علوم دیکر منصب نبوت پر فائز کیا جائیگا۔ "وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ" (صافات رکوع ۳)

ف۱۴ چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آجانے کے اسے خوب کھود کرید کر دریافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کرلیتا ہے، تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں "قال متعجبًا من کبرہ وکبر زوجتہ ومتحققًا للوعد فاجابوہ مؤکدین لما بشروہ بہ تحقیقًا وبشارۃ بعد بشارۃٍ" چونکہ سطح کلام سے ناامیدی کا توہم ہو سکتا تھا۔ جو اکابر خصوصًا اولوالعزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ملائکہ نے "فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ" کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "معلوم ہوا کہ کاملین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں۔"

فوائد صفحہ ہذا۔ **ف۱** یعنی رحمت الٰہیہ سے ناامید تو عام مسلمان بھی نہیں ہوسکتے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذ اللہ یہ نوبت آئے محض اسباب عادیہ اور اپنی حالت موجودہ کے اعتبار سے ایک چیز عجیب معلوم ہوئی، اس پر میں نے اظہار تعجب کیا ہے کہ خدا کی قدرت اب بڑھاپے میں مجھے اولاد ملے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "عذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے ناامید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔ ایک بات پر دعویٰ کرنا یقین کر کے کہ یوں نہیں ہوسکتا یہی کفر کی بات ہے باقی محض دل کے خیال و تصور پر پکڑ نہیں جب منہ سے دعویٰ کرے تب گناہ ہوتا ہے۔"

ف۲ یعنی کیا محض یہ بشارت سنانے کے لئے ہی بھیجے گئے ہو۔ یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالبًا قرائن سے ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد تشریف آوری کا کچھ اور ہے۔ ممکن ہے جو خوف انہیں دیکھ کر پیدا ہوا تھا اسی سے خیال گذرا ہو کہ خالص بشارت لانے والوں کو دیکھ کر خوف کیسا ضرور کوئی دوسری خوفناک چیز بھی انکے ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم

ف۳ یعنی وہ باقی کفار کے ساتھ عذاب میں مبتلا رہے گی۔ (تنبیہ) ظاہر ہے کہ "قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ" مقولہ ملائکہ کا ہے جو عذاب لیکر آئے تھے۔ چونکہ اس وقت وہ قضا و قدر کا فیصلہ نافذ کرنے کے لئے سرکاری ڈیوٹی پر آئے تھے اس لئے تقدیر (ٹھہرانے) کی نسبت نیابۃً اپنی طرف کردی۔ اور ممکن ہے "قدرنا الخ" حق تعالیٰ کا کلام ہو تب کوئی اشکال نہیں۔ **ف۴** یا تو یہ مطلب تھا کہ تم مجھے غیر معمولی سے آدمی معلوم ہوتے ہو جنہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل کھٹکتا ہے۔ یہ شاید ویسا ہی کھٹکا ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ یا یہ غرض ہو کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو، تم کو یہاں کے لوگوں کی خوئے بد معلوم نہیں، دیکھئے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں، یا یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں نے فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر لوط کے مکان پر چڑھائی کی۔ لوط علیہ السلام انہیں مہمان سمجھتے ہوئے امکانی مدافعت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آخر میں نہایت حسرت سے فرمایا "لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ" اس وقت تنگ ہو کر اور گھبرا کر ان مہمانوں سے کہنے لگے کہ تم عجیب طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری آبرو بچانے کے لئے خون پسینہ ایک کر رہا ہوں لیکن تم میری امداد کیلئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔

ف۵ یعنی گھبراؤ مت۔ ہم آدمی نہیں ہیں، ہم تو آسمان سے وہ چیز لیکر آئے ہیں جس میں یہ لوگ تم سے جھگڑا کرتے تھے۔ یعنی مہلک عذاب جس کی تم دھمکی دیتے اور یہ انکار کرتے تھے۔ **ف۶** یعنی اب آپ بالکل مطمئن ہو جائیے۔ یہ بالکل پکی اور اٹل بات ہے جس میں قطعًا جھوٹ کا احتمال نہیں۔ **ف۷** یعنی جب تھوڑی رات رہے اپنے گھر والوں کو بستی سے لیکر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے رہیئے تاکہ پورا اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا۔ اس صورت میں آپ کا قلب مطمئن رہے گا اور دل جمعی سے خدا کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے ہوئے رفقاء کی دیکھ بھال رکھیں گے۔ (بقیہ صفحہ ۳۵۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۱۔ دوسری طرف آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے چلنے والوں کو آپ کا رعب مانع ہوگا کہ پیچھے مڑکر دیکھیں۔ اس طرح وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ کا پورا امتثال ہو سکے گا اور وہ لوگ خطرہ کے مقام سے بعید رہیں گے اور آپ کو اپنا ظاہری پشتیبان سمجھیں گے۔ **ف۸** یعنی ملک شام میں یا اور کہیں امن کی جگہ جو خدا نے ان کیلئے مقرر کی ہوگی۔ **ف۹** یعنی لوط علیہ السلام کو ملائکہ کے توسط سے ہم نے اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ عذاب کچھ دور نہیں۔ ابھی صبح کے وقت اس قوم کا بالکلیہ استیصال کر دیا جائیگا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائیگا اور اشراق تک سب معاملہ ختم کر دیا جائیگا، کیونکہ دوسری جگہ "مصبحین" کے بجائے "مُشْرِقِیْنَ" کا لفظ آیا ہے۔ **ف۱۰** یعنی جب سنا کہ لوط کے یہاں بڑے حسین وجمیل لڑکے مہمان ہیں تو اپنی عادت بد کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے ان کے مکان پر آئے اور لوط سے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالہ کر دو۔ (**تنبیہ**) وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الخ میں "واؤ" مطلق جمع کے لئے ہی، یہاں ترتیب واقعات بیان میں ملحوظ نہیں سورۂ ہود اور اعراف میں یہ قصہ گذر چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے اور وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ **ف۱۱** کیونکہ مہمان کی فضیحت میزبان کی رسوائی ہے۔ **ف۱۲** یعنی خدا سے ڈر کر یہ بیحیائی کے کام چھوڑ دو اور اجنبی مہمانوں کو دق مت کرو۔ آخر میں تم میں رہتا ہوں، میری آبرو کا تمہیں کچھ پاس کرنا چاہئے میں مہمانوں کی نظر میں کس قدر حقیر ہونگا جب یہ سمجھیں گے کہ بستی میں ایک آدمی بھی انکی عزت نہیں کرتا نہ ان کا کہا مانتا ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝۷۳ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا

پھر آ پکڑا اُن کو چنگھاڑ نے سورج نکلتے وقت **ف۱** پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۷۴ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝۷۵

ان پر پتھر کھنگر کے **ف۲** بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو **ف۳**

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝۷۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۷ وَاِنْ

اور وہ بستی واقع ہے سیدھی راہ پر **ف۴** البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کو **ف۵** اور تحقیق تھے

كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝۷۸ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا

بن کے رہنے والے گنہگار **ف۶** سو ہم نے بدلہ لیا اُن سے اور یہ دونوں

لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۹ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۸۰ وَ

بستیاں واقع ہیں کھلے رستہ پر **ف۷** اور بیشک جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو **ف۸** اور

اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۸۱ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ

دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں سو رہے اُن سے منہ پھیرتے **ف۹** اور تھے کہ تراشتے تھے

الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝۸۲ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۝۸۳

پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ **ف۱۰** پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ نے صبح ہونے کے وقت

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۴ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ

پھر کام نہ آیا ان کے جو کچھ کمایا تھا **ف۱۱** اور ہم نے بنائے نہیں آسمان اور

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

زمین اور جو اُن کے بیچ میں ہے بغیر حکمت اور قیامت بے شک آنے والی ہے سو کنارہ کر

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝۸۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝۸۶ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

اچھی طرح کنارہ **ف۱۲** تیرا رب جو ہے وہی ہے پیدا کرنے والا خبردار **ف۱۳** اور ہم نے دی ہیں تجھ کو

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝۸۷ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى

سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا **ف۱۴** مت ڈال اپنی آنکھیں اُن چیزوں پر

ف۱۳ یعنی ہم بے آبرو نہیں کرتے آپ خود بے آبرو ہوتے ہیں جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو پناہ مت دو نہ اپنا مہمان بناؤ۔ ہم کو اختیار ہے باہر سے آنے والوں کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر آپکو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان نوجوانوں کو اپنے یہاں ٹھہرا کر نصیحت ہوئے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اجنبی مسافروں کو اپنے افعال شنیعہ کا تختۂ مشق بناتے ہونگے اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے مقدور کے موافق غریب مسافروں کی حمایت اور ان اشقیاء کو نالائق حرکتوں سے باز رکھتے ہونگے۔

ف۱۴ یعنی بیشک تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کی حمایت سے روکا لیکن میں پوچھتا ہوں آخر اس روکنے کا منشا کیا ہے؟ یہی نہ کہ میں تمہاری خلاف فطرت شہوت رانی کے راستہ میں حائل ہوتا ہوں۔ تو خود غور کرو کیا قضائے شہوت کے حلال مواقع تمہارے سامنے موجود نہیں جو ایسی بیہودہ حرامکاری کے مرتکب ہوتے ہو؟ یہ تمہاری بیویاں (جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں) تمہارے گھروں میں موجود ہیں، اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو اور قضائے شہوت کے مشروع ومعقول طریقہ پر چلو، تو حاجت برآری کیلئے وہ کافی ہیں۔ یہ کیا آفت ہے کہ حلال اور ستھری چیز کو چھوڑ کر حرام کی گندگی میں ملوث ہوتے ہو۔

ف۱۵ ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہ، کی طرف سے نبی کریم صلعم کو ہے۔ یعنی تیری جان کی قسم لوط کی قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو رہی تھی وہ بڑی لاپروائی سے حضرت لوط کی نصیحت بلکہ لجاجت کو ٹھکرا رہے تھے۔ ان کو اپنی قوت کا نشہ تھا، شہوت پرستی نے ان کے دل ودماغ مسخ کر دیئے تھے۔ وہ بڑے امن واطمینان کے ساتھ پیغمبر خدا سے جھگڑ رہے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ صبح تک کیا حشر ہونے والا ہے تباہی اور ہلاکت کی گھڑی انکے سر پر منڈلا رہی تھی، وہ لوط کی باتوں پر ہنستے تھے اور موت انہیں دیکھ کر ہنس رہی تھی (**تنبیہ**) ابن عباسؓ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد صلعم کی جان سے زیادہ اکرم واشرف پیدا نہیں کی۔ میں نے خدا کو نہیں سنا کہ اس نے محمد صلعم کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ قرآن کریم میں جو قسمیں آئی ہیں ان کے متعلق ہم انشاء اللہ کسی دوسری جگہ ذرا مفصل کلام کریں گے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ اسکے متعلق ہم قریب ہی "دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ" کے فائدہ میں کلام کر چکے ہیں۔ ابن جُریج کا قول ہے کہ ہر عذاب جس سے کوئی قوم ہلاک کی جائے "صیحہ" اور "صاعقہ" کہلاتا ہے۔ **ف۲** اس کی تفصیل سورۂ ہود وغیرہ میں گذر چکی۔

ف۳ "متوسم" اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بعض ظاہری علامات وقرائن دیکھ کر محض فراست سے کسی پوشیدہ بات کا پتہ لگا لے۔ حدیث میں ہے "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" بعض روایات میں "وَبِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ" کی زیادت ہے۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے نور توفیق سے دیکھتا ہے۔ شاید "کشف" اور "فراست" میں بقول امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم اتنا ہی فرق ہو جتنا ٹیلیفون اور ٹیلیگراف میں ہوتا ہے۔ بہرحال آیت کا مطلب یہ ہے کہ دھیان کرنے اور پتہ لگانے والوں کے لئے "قوم لوط" کے قصہ میں عبرت کے بہت نشان موجود ہیں انسان سمجھ سکتا ہے کہ بدی اور سرکشی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت عظیمہ کے سامنے ساری طاقتیں ہیچ ہیں "اسکی لاٹھی میں آواز نہیں"۔ اس کی مہلت پر آدمی مغرور نہ ہو، نہ پیغمبروں کے ساتھ ضد اور عداوت باندھے، ورنہ ایسا ہی حشر ہوگا۔ وغیر ذلک۔ **ف۴** مکہ سے شام کو جاتے ہوئے اس الٹی ہوئی بستی کے کھنڈر نظر آتے تھے "وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" (صافات رکوع ۴) **ف۵** یعنی ان کھنڈرات کو دیکھ کر بالخصوص مومنین کو عبرت ہوتی ہے، کیونکہ وہ ہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کی بدکاری اور سرکشی کی سزا میں یہ بستیاں الٹی گئیں۔ مومنین کے سوا دوسرے لوگ تو ممکن ہے انہیں دیکھ کر محض بخت واتفاق یا اسباب طبیعہ کا نتیجہ قرار دیں۔ **ف۶** بن کے رہنے والے یعنی قوم شعیب شہر "مدین" میں رہتے تھے جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا کچھ وہاں رہتے ہونگے۔ بعض کہتے ہیں "اصحاب ایکہ" اور "اصحاب مدین" دو جداگانہ قومیں ہیں۔ حضرت شعیبؑ دونوں کی طرف مبعوث ہوتے۔ ان لوگوں کا گناہ

(بقیہ صفحہ ۳۵۳)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۵۲- شرک وبت پرستی، ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں فریب اور دھوکہ کرنا تھا- پہلے سورۂ ہود واعراف میں انکا مفصل قصہ گذر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔ **ف۷** یعنی حجاز وشام کے جس راستہ پر قوم لوط کی بستیاں تھیں، وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا دونوں کے آثار رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔ **ف۸** "حجر والے" فرمایا "ثمود" کو- ان کے ملک کا نام "حجر" تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع ہے- ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے- ایک نبی کا جھٹلانا سب انبیاء کا جھٹلانا ہے۔ **ف۹** یعنی اونٹنی جو پتھر سے نکالی گئی اور اسکے علاوہ دوسرے معجزات۔ **ف۱۰** یعنی دنیوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر وتجبر کی نمائش کیلئے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے- گویا کبھی یہاں سے جانا نہیں یہ بھی سمجھتے ہونگے کہ ایسی مضبوط ومستحکم عمارتوں میں کوئی آفت کہاں پہنچ سکتی ہے۔ **ف۱۱** یعنی مال و دولت، مستحکم عمارات جسمانی قوت اور دوسرے اسباب و وسائل میں سے کوئی چیز بھی خدا کے عذاب کو دفع نہ کر سکی- ان کا قصہ بھی پہلے گذر چکا- حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم تبوک جاتے ہوئے "وادیٔ حجر" پر سے گذرے- آپ نے سر ڈھانپ لیا- سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو فرمایا کہ معذب قوم کی بستیوں پر مت داخل ہو مگر (خدا کے خوف سے) روتے ہو اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنالو- خدا نہ کرے وہ چیز تم کو پہنچے جو ان کو پہنچی تھی- یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو، محض سیر و تماشہ نہ سمجھے۔

مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

جو برتنے کو دیں ہم نے اُن میں سے کئی طرح کے لوگوں کو **ف۱** اور نہ غم کھا ان پر اور جھکا اپنے بازو

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى

ایمان والوں کے واسطے **ف۲** اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھول کر **ف۳** جیسا ہم نے بھیجا ہے ان

الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ

بانٹنے والوں پر جنہوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں **ف۴** سو قسم ہے تیرے رب

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ

کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے **ف۵** سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾

اور پروا نہ کر مشرکوں کی **ف۶** ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو **ف۷**

الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ

جو کہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے کی بندگی سو عنقریب معلوم کر لیں گے **ف۸** اور ہم

نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے اُن کی باتوں سے سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی

وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

اور رہو سجدہ کرنیوالوں سے **ف۹** اور بندگی کئے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات **ف۱۰**

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ نحل مکہ میں اُتری اور اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱﴾

آپہنچا حکم اللہ کا سو اس کی جلدی مت کرو **ف۱۱** وہ پاک ہے اور برتر ہے اُن کے شریک بتلانے سے **ف۱۲**

ف۱۲ حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں "پہلی امتوں کا حال سنا کر فرمایا کہ یہ جہان یوں ہی خالی نہیں پڑا- سر پر ایک مدبر ہے- ہر چیز کا تدارک کرنیوالا مکمل اور آخری تدارک کا نام قیامت ہے" اور کفار سے کنارہ کرنے کو فرمایا جب خدا کا حکم پہنچا چکے تبلیغ کا فرض ادا کر دیا اور کا فرضد پر اڑے رہے تب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے فائدہ نہیں اب وعدہ کی راہ دیکھو اور انکی تکلیف و ایذا پر صبر کرو، حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ، یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ پہنچ جائے۔

ف۱۳ جس کو تیرے صبر اور ان کی ایذاء کی سب خبر ہے، ہر ایک کو اسکے عمل کا بدلہ دیگا- اس آیت میں گویا معاد کی تقریر فرما دی، یعنی جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس چیز کے اجزاء منتشر ہو گئے ہوں اسکو ہر جزء کی خبر ہے، جہاں کہیں ہوگا سب کو جمع کر دے گا- دوسری جگہ فرمایا "اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ" الیٰ آخر الآیۃ (یٰسٓ رکوع ۵)

ف۱۴ حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں "یعنی یہ اتنی بڑی نعمت دیکھ جو تجھ کو عطا ہوئی اور کافروں کی ضد سے خفا نہ ہو" (تنبیہ) "سبع مثانی" کے مصداق میں اختلاف ہے- صحیح اور راجح یہی ہے کہ اس سے مراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے- حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اسکا مثل نازل نہیں فرمایا- احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلعم نے سورۂ "فاتحہ" کو فرمایا کہ یہی "سبع مثانی" اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا- اس چھوٹی سی سورت کو "قرآن عظیم" (بڑا قرآن) فرمانا درجہ کے اعتبار سے ہے اس سورت کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورت میں موجود ہے یوں مثانی کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ" الخ (زمر رکوع ۳) اور ممکن ہے دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے "مثانی" کہہ دیا جائے، مگر اس جگہ "سبع مثانی" اور "قرآن عظیم" کا مصداق یہی سورت (فاتحہ) ہے۔

فوائد صفحہ ہٰذا- ف۱ یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اسکی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دیدیا گیا جس سے انکی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستہ میں خرچ ہوتی- انکو تھوڑی دیر مزہ اڑا لینے دو- تم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولت قرآن دی ہے جس کے آگے سب دولتیں گرد ہیں- روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔ **ف۲** غم نہ کھا کہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے- آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں، معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجئے- آپ کی شفقت وہمدردی کے مستحق مومنین ہیں انکے ساتھ ملاطفت، نرم خوئی اور شفقت و تواضع کا برتاؤ رکھیے۔ **ف۳** یعنی کوئی مانے یا نہ مانے- میں خدا کا پیام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں اور تکذیب و شرارت کے عواقب خوب کھول کر آگاہ کر رہا ہوں- حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں "تیرا کام دل پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہو سکتا ہے- جو کوئی ایمان نہ لائے تو غم نہ کھا"

ف۴ اس آیت کے معنی کئی طرح کئے گئے ہیں- بعض نے کہا کہ "مقتسمین" (بانٹنے والوں) سے مراد آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کی تقسیم و تحلیل کر رکھی تھی- یعنی جو مضمون قرآنی ان کی تحریفات یا آراء و اہواء کے موافق پڑ جائے مان لو، جو خلاف ہو نہ مانو- مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے "سبع مثانی" اور "قرآن عظیم" دیکر بھیجا جیسے ان لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی تھیں- آپ پر کتاب اتارنا یا وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے- بعض نے "مقتسمین" سے یہود و نصاریٰ مراد لیکر لفظ قرآن سے کتب سابقہ مراد لی ہیں- یعنی انہوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کر ڈالا- بعض نے کہا مشرکین مراد ہیں جو بطور استہزاء و تمسخر قرآن کی تقسیم کرتے تھے جب سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے- بقرہ یا مائدہ میں لونگا- عنکبوت تجھ کو دوں گا- ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے کوئی اسے شاعری بتاتا کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی اساطیر الاولین، ان کو آگاہ کیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، جیسا عذاب یقیناً نازل ہونے والا ہے

(بقیہ بر صفحہ ۳۵۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۳ - ان ٹھٹھا کرنے والوں پر۔ اس وقت "اَنْزَلْنَا" کی تعبیر اس لحاظ سے ہوگی کہ متیقن الوقوع اور قریب الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ ابن کثیرؒ نے "مقتسمین" کے معنی قسم کھانے والوں کے لئے ہیں یعنی وہ گذشتہ قومیں جو انبیاء کی تکذیب و مخالفت کے حلف اٹھا چکی تھیں اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ جیسا عذاب ہم نے ان پر اتارا، اسی طرح کے عذاب سے یہ "نذیر مبین" تم کو ڈراتا ہے۔ "مقتسمین" کے اس معنی کی تائید میں ابن کثیر نے ذیل کی آیات پیش کی ہیں "تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ" (نمل رکوع ۴) "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (نحل رکوع ۵) "اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ" (ابراہیم رکوع ۷) "اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ" (اعراف رکوع ۶) ف۵ یعنی کس کی عبادت کی تھی؟ پیغمبروں کے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے؟ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو کیوں نہ مانا تھا؟ اس کلمہ کا حق کیوں ادا نہیں کیا تھا؟ یہ اور اسی قسم کے نہ معلوم کتنے سوالات ہوں گے۔

ف۶ یعنی کہنے میں کوتاہی نہ کیجئے خوب کھول کر خدائی پیغامات پہنچائیے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ف۷ یعنی دنیا و آخرت میں ہم سب ٹھٹھا کرنے والوں سے نبٹ لیں گے آپ بے خوف و خطر تبلیغ کرتے رہئے آپ کا بال بیکا نہ ہوگا۔ ف۸ یعنی رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور خدا کے لئے شریک ٹھہرانا، دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ
اتارتا ہے فرشتوں کو ف۱ بھید دے کر ف۲ اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں ف۳
اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
کہ خبردار کردو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو ف۴ بنائے آسمان اور
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
زمین ٹھیک ٹھیک وہ برتر ہے اُن کے شریک بتلانے سے ف۵ بنایا آدمی کو ایک
نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا
بوند سے پھر جبھی ہو گیا جھگڑا کرنے والا بولنے والا ف۶ اور چوپائے بنا دیئے تمہارے واسطے اُن میں
دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ
جڑاول ہے اور کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو ف۷ اور تم کو ان سے عزت ہے جب
تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا
شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو ف۸ اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ
بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷
پہنچتے وہاں مگر جان مار کر بے شک تمہارا رب بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے ف۹
وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا
اور گھوڑے پیدا کئے اور خچریں اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے ف۱۰ اور پیدا کرتا ہے جو تم
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَاۗىِٕرٌ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
نہیں جانتے ف۱۱ اور اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور بعضی راہ کج بھی ہے ف۱۲ اور اگر وہ چاہے
لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ
تو سیدھی راہ دے تم سب کو ف۱۳ وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے تمہارے لئے پانی
مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝۱۰ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ
اس سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو ف۱۴ اگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے

ع ۷

ف۹ یعنی اگر ان کی ہٹ دھرمی سے دل تنگ ہو تو آپ ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیئے۔ خدا کا ذکر، نماز، سجدہ، عبادت الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن و منشرح رہتا ہے اور فکر و غم دور ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلعم کی عادت تھی کہ جب کوئی مہم بات فکر کی پیش آتی آپ نماز کی طرف جھپٹتے۔

ف۱۰ یعنی موت۔ یقین کا لفظ دوسری جگہ قرآن نے اسی معنی میں استعمال کیا ہے "وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ" (مدثر رکوع ۲) حدیث میں ایک میت کی نسبت آپ نے فرمایا "اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاۗءَهُ الْيَقِيْنُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْلَهُ الْخَيْرَ" جمہور سلف نے اس آیت میں "یقین" کو بمعنی موت لیا ہے یعنی مرتے دم تک خدا کی عبادت میں لگے رہیئے

اندریں رہ میتراش و میخراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

جن بعض عارفین نے اس جگہ "یقین" کو کیفیت قلبیہ کے معنی میں لیا ہے اس کی توجیہ روح المعانی میں مذکور ہے دیکھ لی جائے۔ تم سورۃ الحجر ولله الحمد والمنة وهو المسئول ان يتوفانا على اكمل الاحوال واحسنها فانه جواد كريم۔

ف۱۱ یعنی خدا کا یہ حکم کہ "پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب و منصور اور حق کے مخالف مغلوب و ذلیل ہوں گے، جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک و کفر کی سزا ملے گی" اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آپہنچا۔ اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے۔ جس چیز کا آنا یقینی ہو اسے آئی ہوئی سمجھنا چاہیئے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ کفار از راہ تکذیب و استہزاء کہا کرتے تھے کہ جس عذاب یا قیامت کے آنے کا تم وعدہ کرتے ہو، وہ جلد کیوں نہیں آجاتا۔ انہیں متنبہ فرمایا کہ تمہارے ایسا کہنے سے وہ ٹلنے والا نہیں۔ بلکہ حتمی اور یقینی طور پر جلد آیا چاہتا ہے۔ جس قدر دیر لگ رہی ہے وہ بھی ایک طرح سے تمہارے حق میں مفید ہے ممکن ہے بعض کو اصلاح و توبہ کی توفیق مل جائے۔ "وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ" (عنکبوت رکوع ۵) "يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ" (شوریٰ رکوع ۲)

ف۱۲ یعنی جب حق کا غالب ہونا اور کفر و شرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور و طریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ عذاب الٰہی کو روک سکتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی فرشتوں کی جنس میں سے بعض کو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام یا حفظۃ الوحی جن کی طرف "فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا" (جن رکوع ۲) میں اشارہ کیا ہے۔ ف۲ یہاں "روح" سے مراد وحی الٰہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کی طرف غیر مرئی طریق پر بطور ایک بھید کے آتی ہے چنانچہ دوسری جگہ فرمایا "يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ" (المومن رکوع ۲) ایک جگہ قرآن کی نسبت فرمایا "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" (شوریٰ رکوع ۵) قرآن یا وحی الٰہی کو روح سے تعبیر فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح مادی اجسام کو نفخ روح سے ظاہری حیات حاصل ہوتی ہے، اسی طرح جو قلوب جہل و ضلال کی بیماریوں سے مردہ ہو چکے تھے وہ وحی الٰہی کی روح پا کر زندہ ہو جاتے ہیں۔ ف۳ وہ بندے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (انعام رکوع ۱۵) "اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" (الحج رکوع ۱۰) ف۴ یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین (مشن) رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل ہوئی۔ آگے عقلی دلائل بیان کی جاتی ہیں۔ ف۵ یعنی زمین و آسمان کا نظام ایسا درست و استوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ اگر کئی با اختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام و انضباط اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا ضرور آپس میں ٹکر ہو جاتی۔ بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عالم کو موجود ہی نہ ہونے دیتی "لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" (انبیاء رکوع ۲) "اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا

(بقیہ صفحہ ۳۵۵)

الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ

کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے

اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَـكُمُ الَّيۡلَ وَ

اس میں البتہ نشانی ہے ان لوگوں کو جو غور کرتے ہیں ف۱ اور تمہارے کام میں لگا دیا رات اور

النَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ

دن اور سورج اور چاند کو اور ستارے کام میں لگے ہیں اس کے حکم سے ف۲ اس

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۙ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَـكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا

میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں اور جو چیزیں پھیلائیں تمہارے واسطے زمین میں رنگ

اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ

برنگ کی ف۳ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں اور وہی ہے جس نے

سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً

کام میں لگا دیا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے گہنا

تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَى الۡـفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ

جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں ف۴ اور اس واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے

وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ

اور تاکہ احسان مانو ف۵ اور رکھ دیئے زمین پر بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لے کر ف۶

وَاَنۡهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۙ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ

اور بنائیں ندیاں ف۷ اور راستے تاکہ تم راہ پاؤ ف۸ اور بنائیں علامتیں ف۹ اور ستاروں سے لوگ

يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنۡ يَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا يَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾

راہ پاتے ہیں ف۱۰ بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اس کے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچتے نہیں ف۱۱

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۸﴾

اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو نہ پورا کر سکو گے ان کو ف۱۲ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۳

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۴ - بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ" (المومنون رکوع ۵) ف۶ یعنی علویات و سفلیات کا انتظام درست کر کے تم کو پیدا کیا۔ تم خود اپنی خلقت میں غور کرو تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا۔ تمہاری اصل کیا تھی؟ ایک قطرۂ بیجان جس میں نہ حس و حرکت تھی نہ شعور و ارادہ، نہ وہ بات کرنے کے قابل تھا، نہ اس لائق تھا کہ کسی معاملہ میں جھگڑ کر اپنا حق منوا دے یا دوسروں پر غالب آ جائے۔ اب دیکھو حق تعالیٰ نے اسی قطرۂ ناچیز کو کیا سے کیا بنا دیا کیسی عجیب صورت عطا کی۔ اور کیسی اعلیٰ قوتیں اور کمالات اس پر فائض کئے جو ایک حرف بولنے پر قادر نہ تھا وہ کیسے لیکچر دینے لگا جس میں ادنیٰ حس و حرکت نہ تھی، اب کس طرح بات بات میں جھگڑے کرنے اور حجتیں نکالنے لگا حتّٰی کہ بعض اوقات مخلوق سے گذر کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا، یہ بھی یاد نہ رکھا کہ میری اصل کیا تھی اور کیسے یہ طاقت حاصل ہوئی "اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ۞ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظٰمَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ۞ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمٌ" (یٰسٓ رکوع ۵) ف۷ یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری تمہارے لئے پیدا کئے۔ ان میں سے بعض کے بال یا اون وغیرہ سے کمبل دسے، ڈیرے، خیمے اور سردی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کا دودھ پیا جاتا ہے، کسی کو ہل میں چلایا جاتا ہے۔ گھی مکھن وغیرہ کی ساری افراط ان ہی جانوروں کی بدولت ہے۔ انکے چمڑے سے کیسے کیسے عمدہ اور بیش قیمت سامان تیار کئے جاتے ہیں۔ جن جانوروں کا گوشت کھانے میں کوئی معتد بہ بدنی یا اخلاقی مضرت نہیں ہے ان کا گوشت کھایا جاتا ہے، کتنے غریبوں کی شکم پروری اس سے ہوتی ہے اور جو دوسری غذائیں ہم کھاتے ہیں ان کی تیاری میں بھی ان حیوانات کو کس قدر دخل ہے۔

ف۸ جب ڈھور ڈنگر گھر میں بندھے کھڑے ہوں یا جنگل میں غائب ہوں اس وقت انعام الٰہی کا ایسا صاف مظاہرہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب چرنے کیلئے گھر سے نکلتے یا شام کو جنگل سے شکم سیر ہو کر گھر کی طرف لوٹتے ہیں اس وقت ایک عجیب رونق اور چہل پہل ہوتی ہے۔ مالک خود بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں زمیندار کو کیسا دھن دولت دیا ہے۔

ف۹ یعنی جہاں تم جریدہ بدون سامان و اسباب کے بڑی مشکل سے پہنچ سکتے تھے جانور تم کو اور تمہارے بھاری بھاری سامانوں کو کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت اور مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں۔ "اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ۞ وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ" (یٰسٓ رکوع ۵)

ف۱۰ یعنی سواری کرتے ہو اور عزت و شان ظاہر ہوتی ہے (تنبیہ) عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں۔ وہاں کے گدھے نہایت قیمتی، خوبصورت، تیز رفتار در قدم باز ہوتے ہیں بعض گدھوں کے سامنے گھوڑوں کی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ ایک زندہ دل ہندی نے خوب کہا تھا کہ حجاز میں "گدھا" نہیں "حمار" ہوتا ہے۔

ف۱۱ یعنی جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا، انکے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے انتفاع کیلئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا جنکی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔ اسمیں وہ سب سواریاں بھی آ گئیں جو قیامت تک بنتی رہیں گی

ف۱۲ پہلے ذکر فرمایا تھا کہ تم حیوانات کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو مع سامان و اسباب کے سخت اور کٹھن منزلیں طے کرا کر منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ بدنی اور حسی سیر و سفر کا حال ہوا۔ اسی کی مناسبت سے اب روحانی اور معنوی سیر و سیاحت کی طرف کلام منتقل ہو گیا۔ یعنی جس طرح زمینی راستے طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتے ہو، ایسے ہی خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔ جس کی سمجھ سیدھی ہو گی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت و جبروت پر ایمان لائے گا اور توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائیگا۔ لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں، اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے، وہ ہمیشہ اہوا و اوہام کی پیچ دار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا۔ "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ" (انعام رکوع ۱۹) ف۱۳ یعنی خدا کچھ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کو ایک ہی راہ پر لگا دیتا۔ لیکن اسکی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اختیار کرنے پر مجبور کر دے جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اسکی تشریح کر چکے ہیں۔ ف۱۴ یعنی پانی پینے کے قابل بنایا اور اسی سے درخت، گھاس وغیرہ نباتات اگائے جس سے تمہارے جانور چرتے ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اور میوے اگاتا رہتا ہے جن کی شکل و صورت، رنگ و بو، مزہ اور تاثیر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں غور کرنے والوں کیلئے خدا کی قدرت کاملہ اور صنعت غریبہ کا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین، ایک آفتاب، ایک ہوا، اور ایک پانی سے کیسے رنگ برنگ کے پھول پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ف۲ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کر سکیں۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات، دن کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب کے ساتھ انسانوں کے بیشمار فوائد وابستہ ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بدون انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند سورج اور کل ستاروں کو ادنیٰ مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں لیکن چونکہ رات دن اور چاند سورج سے بالکل صریح طور پر ہمارے کام متعلق ہیں اور دوسرے ستاروں سے ہمارے فوائد و مصالح کی وابستگی اس قدر واضح نہیں ہے، شاید اس لئے ان کو جدا کر کے دوسرے عنوان سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم ف۳ یعنی جس بلند و برتر ہستی نے

(بقیہ صفحہ ۳۵۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۵ - آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگایا اسی نے تمہارے فائدہ کیلئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں جو ماہیت شکل وصورت، رنگ و بو اور منافع وخواص میں ایکدوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اس میں سب حیوانات، نباتات، جمادات، بسائط ومرکبات شامل ہوگئے۔ **ف۴** یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف البنیان کی کچھ بساط نہیں، تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تروتازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اسکے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکہ کی برابر حقیقت نہیں لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو پایاب کر لیا گیا۔ **ف۵** یعنی جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاؤ، اور خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو، پھر خدا کا احسان مان کر اسکی نعمتوں کے شکر گذار رہو۔ **ف۶** یعنی خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیئے۔ تا زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تمکو لیکر بیٹھ نہ جائے۔ روایات وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اسکی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ بہرحال زمین کی حرکت وسکون کا مسئلہ جو حکماء میں مختلف فیہ رہا ہے اس سے آیت کا نفیاً یا اثباتاً کچھ تعلق نہیں، کیونکہ پہاڑوں کے ذریعہ سے جس حرکت کو بند کیا ہے وہ یہ دائمی حرکت نہیں جسمیں اختلاف ہو رہا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو **ف۱** اور جن کو پکارتے ہیں

دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ

اللہ کے سوائے کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں **ف۲** مردے ہیں جن میں

اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

جان نہیں **ف۳** اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے **ف۴** معبود تمہارا معبود ہے اکیلا

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

سو جن کو یقین نہیں آخرت کی زندگی کا ان کے دل نہیں مانتے اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ

مغرور ہیں **ف۵** ٹھیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ

بے شک وہ نہیں پسند کرتا غرور کرنے والوں کو **ف۶** اور جب کہے ان سے کہ کیا اتارا ہے

رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً

تمہارے رب نے تو کہیں کہانیاں ہیں پہلوں کی **ف۷** تا کہ اٹھائیں بوجھ اپنے پورے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ

دن قیامت کے اور کچھ بوجھ ان کے جن کو بہکاتے ہیں بلا تحقیق۔ سنتا ہے! برا بوجھ ہے

مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ

جو اٹھاتے ہیں **ف۸** البتہ دغا بازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارت پر

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ

بنیادوں سے پھر گر پڑی ان پر چھت اوپر سے اور آیا ان پر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

جہاں سے ان کو خبر نہ تھی **ف۹** پھر قیامت کے دن رسوا کرے گا ان کو اور کہے گا

ف۷ یعنی ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدان اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر خدا کے حکم سے ان بستیوں تک پہنچتی ہیں جنکا رزق انکے پانی سے متعلق کیا گیا ہے۔

ف۸ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکو۔

ف۹ یعنی پہاڑ، چشمے، درخت، ریت کے ٹیلے غرض مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں جن سے مسافروں کے قافلے ٹھیک راستہ کا سراغ نکال سکیں میں نے خود بعض اعراب (بدوؤں) کو دیکھا کہ مٹی سونگھ کر راستہ کا پتہ لگا لیتے ہیں

ف۱۰ یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے رستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔

ف۱۱ یعنی سوچنا چاہئے یہ کس قدر حماقت ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود ومستعان ٹھہرا کر خداوند قدوس کی برابر کر دیا جائے۔ جو مذکورہ بالا عجیب وغریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور انکے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات کو خیال کرو حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

ف۱۲ یعنی جو نعمتیں اوپر بیان ہوئیں "مشتے نمونہ از خروارے" تھیں۔ باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کا تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے۔

ف۱۳ یعنی ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا۔ لہٰذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اس سے درگذر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے۔ یا یہ کہ کفران نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گذار بن جائے حق تعالیٰ اسکی پچھلی کوتاہیوں کو بخشتا اور آئندہ کیلئے رحمت مبذول فرماتا ہے۔ بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمت واسعہ سے اسکو بالکلیہ محروم نہیں کرتا۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائض کرتا رہتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** یعنی حق تعالیٰ تمام ظاہری وباطنی احوال سے خبردار ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گذار بنتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر وباطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے، یا مذکورہ بالا دلائل ونعم کو سن کر کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔ خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اسی کے موافق معاملہ کریگا۔ **ف۲** خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور غیر محصور انعامات کا اوپر تذکرہ ہوا۔ اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو کہ ایسے عالم الکل اور خالق الکل خدا کا شریک ان چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا تنکا پیدا نہیں کر سکتیں، بلکہ خود ان کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ **ف۳** یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مُردے (بیجان) ہیں۔ خواہ دوامًا مثلاً بُت، یا فی الحال مثلاً جو بزرگ مر چکے اور انکی پوجا کی جاتی ہے یا انجام ومآل کے اعتبار سے مردہ ہیں مثلاً حضرت مسیح، روح القدس اور ملائکۃ اللہ جن کی بعض فرقے پرستش کرتے تھے بلکہ جن وشیطان بھی جن کو بعض ممسوخ الفطرت پوجتے ہیں سب پر ایک وقت موت طاری ہونے والی ہے۔ پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ جب چاہے چھین لے، اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

ف۴ یعنی یہ عجیب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئیگی اور وہ خود یا انکے پرستار کب حساب وکتاب کے لئے اٹھائے جائینگے ایسی بیجان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بتلانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے

ف۵ یعنی جو دلائل وشواہد اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور وطلب تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو جنکو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان وکفر کے نیک وبد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے۔ **ف۶** یعنی خوب سمجھ لو کبر وغرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں، اسکا نتیجہ بھگتنا پڑیگا، توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور وتکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور طریق

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۶ - سے ہو رہا ہے سب خدا کے علم میں ہے۔ وہ ہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دیگا۔ ف۷ یعنی ناواقف اشخاص بغرض تحقیق یا واقف لوگ ازراہ امتحان جب ان مکذبین سے کہتے ہیں یا وہ مکذبین خود آپس میں ایک دوسرے سے ازراہ تمسخر و استہزا سوال کرتے ہیں کہ "کہو تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟" مطلب یہ کہ قرآن جسے پیغمبر علیہ السلام خدا کا اتارا ہوا بتلاتے ہیں تمہارے نزدیک کیا چیز ہے اور محمد صلعم اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اسکے کہ کتب سابقہ اور ملل سابقہ کی کچھ پرانی بے سند باتیں (توحید، نبوت، جنت دوزخ وغیرہ) اور چند قصے کہانیاں نقل کردی گئی ہیں۔ ف۸ یعنی اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن عزیز کو بے وقعت ٹھہرا کر اپنے ساتھ دوسروں کو گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر و ضلال کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے اضلال و اغواء کا بھی سر پر رکھیں جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ خیال کرو کیسی بدی کی پوٹ سر پر رکھ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے: "وَمَنْ دَعَا إِلَىٰ ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنِ اتَّبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا" قال اللہ تعالیٰ "وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ" (عنکبوت رکوع ۱)

أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَآقُّونَ فِيهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ

کہاں ہیں میرے شریک جن پر تم کو بڑی ضد تھی ف۱ بولیں گے جن کو

أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوٓءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٢٧﴾

دی گئی تھی خبر بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے ف۲

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ ۖ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ

جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں ف۳ تب ظاہر کرینگے اطاعت

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِن سُوٓءٍ ۚ بَلَىٰٓ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾

کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی ف۴ کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے ف۵

فَادْخُلُوٓا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَلَبِئْسَ مَثْوَى

سو داخل ہو دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو سدا اسی میں سو کیا برا ٹھکانا ہے

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا

غرور کرنے والوں کا اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اتارا تمہارے رب نے بولے

خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ

نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں اُن کو بھلائی ہے ف۶ اور آخرت کا

الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا ف۷ باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں وہ جائیں گے

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي

بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں اُن کے واسطے وہاں ہے جو چاہیں ف۸ ایسا بدلہ دے گا

اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ

اللہ پرہیزگاروں کو ف۹ جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے اور وہ ستھری ہیں ف۱۰ کہتے ہیں فرشتے

سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ هَلْ

سلامتی تم پر جاؤ بہشت میں ف۱۱ بدلہ ہے اس کا جو تم کرتے تھے ف۱۲ کیا

ف۹ یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جارہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں کر چکی ہیں انہوں نے مکر و تلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کردیے، پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہلادیں۔ آخر عذاب الٰہی کے ایک جھٹکہ میں انکے تیار کیے ہوئے محل ان ہی پر آپڑے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ انکی تدبیریں خود ان ہی پر الٹ دی گئیں۔ اور جو سامان غلبہ و حفاظت کا کیا تھا وہ فنا و ہلاکت کا سبب بن گیا۔ بلکہ بعض اقوام کی بستیاں حسی طور پر بھی تہ و بالا کردی گئیں۔

فوائد صفحہ ہٰذا۔ ف۱ یعنی جن شرکاء کی حمایت میں ہمارے پیغمبروں سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے آج وہ کہاں ہیں۔ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے "هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ" (شعراء رکوع ۵) "فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ" (طارق رکوع ۱) یہ کہنا ہی ان کو رسوا کرنا ہے۔ یا رسوائی سے مراد جہنم میں داخل کرنا اور انکی خفیہ مکاریوں کا پردہ فاش کرنا ہے۔ "إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ" (آل عمران رکوع ۲۰)

ف۲ یعنی وہ تو کیا جواب دے سکتے۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے باخبر لوگ اس وقت ان مکار دغابازوں کو سنا کر کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے۔ آج کے دن ساری برائی اور رسوائی صرف منکرین حق کے لئے ہے۔

ف۳ یعنی شرک و کفر اختیار کر کے اپنے حق میں برا کرتے رہے۔ آخر اسی حالت میں موت کے فرشتے جان نکالنے کو آ گئے۔ خلاصہ یہ کہ خاتمہ حالت کفر و شرک پر ہوا۔ العیاذ باللہ۔

ف۴ یعنی اس وقت ساری فوں فاں نکل جائے گی۔ جو شرارت و بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کرینگے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے۔ "يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ" (مجادلہ رکوع ۳)

ف۵ یعنی کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو؟ جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں آج تمہارا کوئی مکر اور جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ وقت آگیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو۔

ف۶ یہ مستکبرین کے مقابلہ میں متقین (پرہیزگاروں) کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے قرآن کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری تو نہایت عقیدت و ادب سے کہتے ہیں کہ "نیک بات جو سراپا خیر و برکت ہے"۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل ملکر رہے گا۔ خدا کے یہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی۔ ف۷ یعنی آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دنیا و مافیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

ف۸ یعنی جنتی جس قسم کی جسمانی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوگی "وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (زخرف رکوع ۷) ف۹ یعنی ان تمام لوگوں کو جو کفر و شرک اور فسوق و عصیان سے پرہیز کرتے ہیں ایسا اچھا بدلہ ملے گا۔ ف۱۰ یعنی ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر و شرک کی نجاست سے پاک اور فسق و فجور کے میل کچیل سے صاف رہیں۔ اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت و محبت کی وجہ سے نہایت خوشدلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جاں آفریں کے حوالہ کی۔

ف۱۱ ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہوگا۔ ممکن ہے اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔ ف۱۲ یعنی تمہارا عمل سبب عادی ہے دخول جنت کا۔ باقی سب حقیقی رحمت الٰہیہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا "إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ"۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذٰلِكَ
کافر اب اس کے منتظر ہیں کہ آئیں ان پر فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا ف۱ اسی طرح

فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ
کیا تھا اُن سے اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن وہ خود اپنا

يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا
بُرا کرتے رہے پھر پڑے ان کے سر اُن کے بُرے کام اور اُلٹ پڑا اُن پر جو

بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا
ٹھٹھا کرتے تھے ف۲ اور بولے شرک کرنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم

ع ۴ ۱۰

مِن دُونِهِۦ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِۦ
اس کے سوا کسی چیز کو اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم بدون اس کے حکم کے

مِن شَيْءٍ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ
کسی چیز کو ف۳ اسی طرح کیا ان سے اگلوں نے سو رسولوں کے ذمہ نہیں

إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ
مگر پہنچا دینا صاف صاف ف۴ اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول ف۵ کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطّٰغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللّٰهُ
بندگی کرو اللہ کی اور بچو ہُڑدنگے سے ف۶ پھر کسی کو اُن میں سے ہدایت کی اللہ نے

وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی سو سفر کرو ملکوں میں

فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ إِن تَحْرِصْ عَلٰى
پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا اگر تو طمع کرے اُن کو

هُدٰىهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نّٰصِرِينَ ﴿٣٧﴾
راہ پر لانے کی تو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بچلاتا ہے اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ف۷

ف۱ جنت کی خوبیاں اور اس کا تفوق و امتیاز بیان فرمانے کے بعد ان غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پر مست ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ یعنی کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائینگے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائیگی، یا مجرموں کی سزا دہی کا حکم پہنچ جائیگا اور جوتہ سر پر پڑنے لگے گا، تب ایمان لاکر اپنی حالت درست کرینگے، حالانکہ اس وقت کا ایمان یا توبہ و رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔ ف۲ یعنی اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور و غفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی میں تمادی ہوتی رہی، توبہ کے وقت توبہ نہ کی، اخیر تک انبیا کی تکذیب و مخالفت پر تلے رہے اور انکی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ان کا استہزاء و تمسخر انہی پر الٹ پڑا، بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا نہ اس کے یہاں ظلم و تعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔

ف۳ یہاں سے ان باطل اعذار اور لچر پوچ دلائل کا رد شروع کرتے ہیں جو مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز و استحسان ثابت کرنے کیلئے پیش کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں (مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حرام ٹھہرا لینا برے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا، تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اسکی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے نہ رکیں تو فوراً سزا دے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ آٹھویں پارہ کے دوسرے ربع آیۃ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ الخ کی جو تقریر ہم نے کی ہے اسمیں مشرکین کا یہ شبہ اور اسکا مفصل جواب بیان کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۴ یعنی مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا کی طرف سے روکا نہیں گیا ابتدائے آفرینش سے آج تک حسب ضرورت و مصلحت حق تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا رہا ہے جن کا کام ہی یہ تھا کہ لوگوں کو شرک و اعمال شرکیہ سے روکیں۔ اور صاف صاف اعلان کریں کہ خدا تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں کیا ناپسند، اور ان میں سے ہر ایک کا انجام کیا ہے۔ باقی یہ کہ لوگوں کو تکوینی طور پر مجبور کیوں نہ کر دیا گیا کہ وہ بدی کا راستہ اختیار ہی نہ کر سکتے۔ تو یہ بات اس کی حکمت کے منافی تھی جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواضع میں لکھ چکے ہیں۔ رہی یہ چیز کہ جو انبیاء کا کہنا نہ مانیں انہیں فوراً سزا دی جاتی۔ تو بہت سی قوموں کو دنیا میں عبرتناک سزائیں بھی دی گئیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ہاں عقلاً و نقلاً یہ ضروری نہیں کہ ارتکاب جرم کے ساتھ فوراً سزا دی جائے۔ مجرم کو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے نہ اس کے لئے توبہ و اصلاح کا کوئی موقع باقی چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ کو یہ کام برا لگتا تو کیوں کرنے دیتا۔ آخر ہر فرقے کے نزدیک بعضے کام برے ہیں، پھر وہ کیوں ہونے دیتا ہے" (کیا ان کے روکنے سے خدا عاجز تھا؟) یہاں جواب مجمل فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں، جس کی قسمت میں ہدایت تھی اس نے پائی، جو خراب ہونا تھا خراب ہوا۔ اللہ کو یہی منظور ہے (کہ انسان کو فی الجملہ کسب و اختیار کی قوت دیکر آزاد رکھے۔ اینٹ پتھر کی طرح مجبور یا حیوانات کی طرح اس کا دائرۂ عمل محدود نہ کرے بلکہ ہر طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع دے)

ف۵ یعنی اپنے اپنے وقت پر۔ پھر آخر میں پیغمبر عربی صلعم کو رسول الثقلین بنا کر بھیجا۔ (تنبیہ) اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ ہر قوم اور بستی میں رسول بلا واسطہ بھیجا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک نبی کسی قوم میں اٹھایا جائے اور اسکے نائب جنہیں "ہادی" و "نذیر" کہا جا سکتا ہے دوسری اقوام میں بھیجے جائیں۔ ان کا بھیجنا گویا بالواسطہ اسی پیغمبر کا بھیجنا ہے، واللہ اعلم۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "ہُڑدنگا وہ جو ناحق سرداری کا دعوٰی کرے کچھ سند نہ رکھے۔ ایسے کو "طاغوت" کہتے ہیں بت، شیطان اور زبردست ظالم سب اس میں داخل ہیں"۔ ف۷ یعنی جس کو قصور استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا نہ اسے خدائی سزا سے کوئی بچا سکتا ہے۔ آپ کا ان کی ہدایت پر حریص ہونا بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر آپ ان کے غم میں اپنے کو اس قدر کیوں گھلاتے ہیں۔

ف۱ یعنی موت کے بعد دوسری زندگی ہی نہیں پھر عذاب کا کیا ڈر۔ سب ڈھکوسلے ہیں۔ ف۲ یعنی تمہارے انکار اور اٹکل پچو قسمیں کھانے سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا، وہ تو ہو کر رہے گا۔ البتہ تم ایسی حقائق ثابتہ کا انکار کر کے اپنے جہل کا ثبوت دے رہے ہو۔ جو شخص خدا کے علم محیط اور شئون قدرت و حکمت، تکوین کے راز اور اسکی غرض و غایت سے آگاہ ہوگا وہ کبھی بعث بعد الموت کا انکار نہیں کرسکتا۔ سچ ہے "الناس اعداء ما جھلوا" ف۳ یعنی معاد (قیامت وغیرہ کا آنا) عین حکمت ہے۔ اگر موت کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو دنیا میں جو مختلف اعمال و احوال پائے جاتے ہیں ان کے صاف اور مکمل نتائج کیسے ظاہر ہوں گے۔ یہاں کے جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ تو وہیں ہوگا اور اس وقت منکرین معلوم کرلیں گے کہ قسمیں کھا کر جن باتوں کا انکار کرتے تھے وہ سچی تھیں اور قسم کھانے والے جھوٹے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اس جہان میں بہت باتوں کا شبہ رہا اور کسی نے اللہ کو مانا کوئی منکر رہا تو دوسرا جہان ہونا لازم ہے کہ جھگڑے تحقیق ہوں، سچ اور جھوٹ جدا ہو اور مطیع و منکر اپنا کیا پائیں" ف۴ پھر مردوں کو دوبارہ زندہ کردینا کیا مشکل ہے۔ (تنبیہ) "کُنْ فَیَکُوْنُ" کی بحث پارہ الم رکوع وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ الخ میں ملاحظہ کرلی جائے۔ غرض صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ایک سیکنڈ کے لئے بھی مراد کا تخلف نہیں ہوسکتا۔ ارادہ کے بعد مراد کا نہایت سہولت و سرعت سے فوراً واقع ہونا اور کسی مانع و عائق کا مزاحمت نہ کرسکنا یہی خلاصہ اس جملہ کا ہے۔

ف۵ یعنی سلسلہ مجازات (طاعت و معصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لئے بعث بعد الموت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب و شدائد جھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، کیا ان کی قربانیاں ضائع کی جاسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں جن لوگوں نے حق کی حمایت اور خدا کی رضاجوئی کیلئے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع و اقسام کے ظلم و ستم اٹھائے حتّٰی کہ مجبور ہو کر گھر بار، خویش و اقارب اور عزت و راحت سب چیزوں کو خدا کے راستہ میں تج دیا، ان کی محنت و وفاداری کا صلہ یقیناً ملکر رہے گا۔ اول تو ان میں سے جو جیتے بچیں گے دنیا ہی میں اپنی قربانیوں کا تھوڑا سا پھل چکھ لیں گے یعنی گھر چھوڑنے والوں کو بہترین ٹھکانا دیا جائیگا۔ گھر سے اچھا گھر، وطنی بھائیوں سے بڑھ کر دردمند بھائی، روزی سے بہتر روزی، عزت سے زیادہ عزت ملے گی۔ بلکہ وطن سے نکالنے والوں پر غالب دنیا کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام بن جائیں گے۔ پھر اس سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدارج آخرت میں ملیں گے ان کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہاں کے اجر و ثواب کا پورا یقین ہو جائے تو دوسرے لوگ بھی جو ہجرت کی سعادت سے محروم ہیں تمام گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل کھڑے ہوں۔ (تنبیہ) آیت کے عموم الفاظ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ تقریر کی ہے (دہو منقول فی روح المعانی عن بعضھم) عامۂ مفسرین نے اس کو ان اصحابؓ رضی اللہ عنہم کے حق میں رکھا ہے جو کفار مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آکر ابتداءً حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ کیونکہ اکثر کے نزدیک آیت مکی ہے جو ہجرت الی المدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ان ہجرت کرنے والوں کو آخر کار خدا تعالیٰ نے اچھا ٹھکانا مدینہ میں دیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

ف۶ یعنی کسی ظلم اور سختی سے نہیں گھبرائے۔ وطن محبوب اور خویش و اقارب کے چھوٹنے کی پروا نہ کی۔ رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہیں ڈگمگایا۔ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے ہو رہے۔ خالص اسی کی امداد اور اٹل وعدوں پر بھروسہ کیا۔ یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

ف۷ یعنی پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر و توکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں، دارین میں غالب و منصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں۔ پہلے بھی ہم نے انسانوں میں سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کردیں۔ اب اگر تمہیں معلوم نہیں تو جاننے والوں سے جو امم سابقہ اور انکے پیغمبروں کے تاریخی واقعات کا علم رکھتے ہیں تحقیق کرلو کہ فی الواقع پہلے کچھ آدمی پیغمبری کے منصب پر بینات و زبر (معجزے اور کتابیں) دیکر بھیجے گئے یا نہیں۔ اور یہ کہ انکے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اہل حق صبر و توکل کی بدولت کس طرح منصور و کامیاب ہوئے۔ اور ظالم معاندین اتمام حجت کے بعد کیسے تباہ کئے گئے۔ "وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ" (اعراف رکوع ۱۶) ہم نے اہل الذکر سے خاص اہل کتاب مراد نہیں لئے بلکہ عموم لفظ کی رعایت کی ہے جس میں اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ روح المعانی میں ہے "قال الرمانی والزجاج والازہری المراد باَھْلِ الذِّکْرِ علماءُ اخبار الاُمَمِ السَّالِفَةِ کائنًا مَنْ کانَ فَالذِّکْرُ بمعنی الحفظ" اھ مترجم محقق رحمۃ اللہ نے بھی "اہل الذکر" کا ترجمہ "یاد رکھنے والوں" سے کر کے شاید اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہر حال عموم آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل الذکر سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہئے بہت سے علماء اسکو تقلید ائمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ف۸ یعنی معجزات اور وہ علوم جو اوراق میں لکھے جاتے ہیں ف۹ "یادداشت" سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی امتوں کے ضروری احوال و شرائع کا محافظ، انبیائے سابقین کے علوم کا جامع، اور ہمیشہ کے لئے خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے، کتابیں اتاری گئیں، آج تم کو (اے محمد صلعم) ہم نے ایسی کتاب دیکر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یادداشت ہے۔ آپکا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اسکی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہی معتبر ہے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا
اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے ف۱ کیوں نہیں وعدہ
عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ
ہو چکا ہے اس پر پکا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف۲ اٹھائے گا تاکہ ظاہر کردے ان پر
يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾
جس بات میں کہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ معلوم کرلیں کافر کہ وہ جھوٹے تھے ف۳
اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِيْنَ
ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اس کو ہو جا تو وہ ہو جائے ف۴ اور جنہوں نے
هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اٹھایا البتہ ان کو ہم ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا
وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى
اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا ف۵ جو ثابت قدم رہے اور اپنے
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ
رب پر بھروسہ کیا ف۶ اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم
اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ
ان کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں ف۷ بھیجا تھا ان کو نشانیاں
وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ
دے کر اور ورقے ف۸ اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے ف۹
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ
تاکہ وہ غور کریں ف۱۰ سو کیا نڈر ہو گئے وہ لوگ جو برے فریب کرتے ہیں اس سے کہ دھنسا
اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾
دیوے اللہ ان کو زمین میں یا آپہنچے ان پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے ہوں ف۱۱

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۹۔ جو احادیث رسول اللہ صلعم کے موافق ہو۔ ف یعنی حضورؐ کا کام مضامین قرآن کو کھول کر بیان کرنا، اور لوگوں کا کام اس میں غور و فکر کرنا ہے۔
ف۱ یعنی اگلے انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے، کیا یہ امکان نہیں کہ خدا انہیں قارون کی طرح زمین میں دھنسا دے۔ یا ایسی طرف سے کوئی آفت بھیج دے جدھر سے انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو۔ چنانچہ "بدر" میں مسلمان غازیوں کے ہاتھوں سے ایسی سزا دلوائی جو اپنی قوت و جمعیت اور مسلمانوں کے ضعف و قلت کو دیکھتے ہوئے ان کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِىْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى
یا پکڑلے اُن کو چلتے پھرتے سو وہ نہیں ہیں عاجز کرنے والے ف۱ یا پکڑلے اُن کو ڈرانے
تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ
کے بعد ف۲ سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان ف۳ کیا نہیں دیکھتے وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے
مِنْ شَىْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ
کوئی چیز کہ ڈھلتے ہیں سائے اُن کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو اور وہ
دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مِنْ
عاجزی میں ہیں ف۴ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے
دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ
جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے ف۵ ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا
فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ۩ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا
اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں ف۶ اور کہا ہے اللہ نے مت پکڑو
اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٥١﴾ وَلَهٗ
معبود دو وہ معبود ایک ہی ہے سو مجھ سے ڈرو ف۷ اور اسی کا ہے
مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ
جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کی عبادت ہے ہمیشہ ف۸ سو کیا سوائے اللہ کے کسی سے
تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
ڈرتے ہو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی
فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ
تو اسی کی طرف چلاتے ہو ف۹ پھر جب کھول دیتا ہے سختی تم سے اسی وقت ایک فرقہ
مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا
تم میں سے اپنے رب کے ساتھ لگتا ہے شریک بتانے تاکہ منکر ہو جائیں اس چیز سے جو کہ ہم نے ان کو دی ہے۔ سو مزے اڑا لو

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی یہ بھی ضرورت نہیں کہ پہلے سے کچھ اہتمام کیا جائے یا فوجیں مقابلہ کیلئے روانہ کی جائیں۔ خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑلے اور بالکل عاجز و بے بس کر دے اسکو سب قدرت ہے۔ وہ تم کو عاجز کر سکتا ہے تم اسے نہیں تھکا سکتے۔

ف۲ یعنی اچانک نہ پکڑے۔ بلکہ آگاہ کرنے اور مبادیٔ عذاب بھیجنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑے جب کہ لوگ اطلاع پاکر اور آثار عذاب دیکھ کر طبعًا خوف کھا رہے ہوں یا آس پاس کے لوگوں کو آفات سماویہ میں مبتلا دیکھ کر ڈر رہے ہوں لیکن یہ خوف محض طبعی ہو ندامت اور توبہ کے ساتھ نہ ہو جو دافع عذاب ہو سکتا ہے۔ بعض نے "تخوف" کے معنی "تنقص" (آہستہ آہستہ کم کرنے) کے لئے ہیں یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ دفعۃً ہلاک نہ کرے آہستہ آہستہ تم کو گھٹاتے اور پست کرتا رہے۔

ف۳ یعنی خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر کیوں نہیں کرتا، اسکی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ مجرمین پر فورًا عذاب نازل کر دے، اس کی رافت و رحمت مقتضی ہے کہ مجرمین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے یا یہ جملہ صرف "يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ" سے متعلق ہے بجالیکہ "تخوف" کو بمعنی "تنقص" لیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ کم کرنا اور دفعۃً ہلاک نہ کرنا اس کی رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک آن میں نیست و نابود کر دیتا۔

ف۴ یعنی جب تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع و منقاد ہے حتّٰی کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا اور ادھر یا ادھر ڈھلتا رہتا ہے پھر ایسے قدرت والے خدا کو عذاب بھیجنے سے کونسی طاقت روک سکتی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ باختیار خود اسکے احکام تشریعیہ کے سامنے گردن جھکا دے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر چیز ٹھیک دوپہر میں کھڑی ہے، اس کا سایہ بھی کھڑا ہے۔ جب دن ڈھلا، سایہ جھکا، پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ گیا، جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع، رکوع سے سجدہ اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے اپنے سایہ سے نماز کرتی ہے کسی ملک میں کسی موسم میں داہنی طرف جھکتا ہے کہیں بائیں طرف"۔

ف۵ پہلے کھڑی چیزوں کا جو سایہ دار ہوں سجدہ بیان ہوا تھا، یہاں عام جانداروں بالخصوص فرشتوں کا سجدہ بیان کر کے متنبہ فرمایا کہ ایسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اسکے آگے سر بسجود ہیں کوئی شیخی یا غرور ان میں نہیں، جو اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے سے رکے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "مغرور لوگوں کو سر رکھنا زمین پر مشکل ہوتا ہے۔ نہیں جانتے کہ بندہ کی بڑائی اسی میں ہے" من تواضع للہ رفعہ اللہ۔

ف۶ یعنی فرشتے باوجود اس قدر قرب و وجاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں فورًا بجا لاتے ہیں موضح القرآن میں ہے کہ "ہر بندہ کے دل میں ہے کہ میرے اوپر اللہ ہے آپ کو نیچے سمجھتا ہے، یہ سجدہ فرشتوں کا بھی ہے اور سب کا"۔

ف۷ یعنی جب تمام آسمانی و زمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بلا اختیار سر بسجود اور عاجز و مقہور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا شریک کہاں سے آگیا۔ جو سارے جہان کا مالک و مطاع ہے تنہا اسی کی عبادت ہونی چاہئے اور اسی سے ڈرنا چاہئے۔

ف۸ یعنی تکوینی طور پر ہر چیز خالص اسی کی عبادت و اطاعت پر مجبول ہے "اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ"۔ (آل عمران رکوع ۹) یا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ اسی کی عبادت کرنا لازم ہے "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" (زمر رکوع ۱) اور بعض نے "دین" کو "جزاء" کے معنی میں لیا۔ یعنی نیک و بد کا دائمی بدلہ اسی ایک خدا کی طرف سے ملے گا۔ واللہ اعلم۔

ف۹ یعنی سب بھلائیاں اور نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے چنانچہ جب کوئی سخت مصیبت انسان کو چھو جاتی ہے تو کٹر سے کٹر مشرک بھی اس وقت سب سہارے چھوڑ کر خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ گویا فطرت انسانی شہادت دیتی ہے کہ مصائب اور سختیوں سے بچانا خدائے واحد کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر جس کے قبضہ میں ہر ایک نعمت و نقمت اور ہر قسم کا نفع و ضرر ہے، دوسرا کون ہے جو اسکی الوہیت میں حصہ دار بن سکے۔ یا جس سے انسان خوف کھائے اور امیدیں باندھے۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا
آخر معلوم کرلوگے ف۱ اور ٹھہراتے ہیں ان کے لئے جن کی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی
رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ
ہوئی روزی میں سے ف۲ قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو تم بہتان باندھتے ہو ف۳ اور ٹھہراتے ہیں
لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ
اللہ کے لئے بیٹیاں وہ اس سے پاک ہے ف۴ اور اپنے لئے جو دل چاہتا ہے ف۵ اور جب خوش خبری ملے ان میں کسی کو
بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ ج يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ
بیٹی کی سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے ف۶ چھپتا پھرے لوگوں سے
مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ
مارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی ف۷ اس کو رہنے دے ذلت قبول کرکے یا اس کو داب دے مٹی میں ف۸
اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ
سنتا ہے برا فیصلہ کرتے ہیں ف۹ جو نہیں مانتے آخرت کو اُن کی بری
السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ
مثال ہے اور اللہ کی مثال سب سے اوپر ف۱۰ اور وہی ہے زبردست حکمت والا ف۱۱ اور اگر پکڑے
اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ
اللہ لوگوں کو اُن کی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
اُن کو ایک وقت موعود تک پھر جب آپہنچے گا ان کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ
اور نہ آگے سرک سکیں گے ف۱۲ اور کرتے ہیں اللہ کے واسطے جس کو اپنا جی نہ چاہے ف۱۳ اور بیان کرتی
اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ
ہیں زبانیں اُن کی جھوٹ کہ اُن کے واسطے خوبی ہے ف۱۴ آپ ثابت ہے کہ ان کے واسطے آگ ہے اور

ف۱ یعنی جہاں سختی دور ہوئی، منعمِ حقیقی کو بھلا بیٹھے۔ اور نہایت بے حیائی سے خدائی کے حصے بخرے کرنے لگے۔ شرم نہ آئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے عاجز ہو کر کسے پکار رہے تھے۔ محسن حقیقی کا احسان مانا، نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائینگے، یا کم از کم کفرانِ نعمت سلبِ نعمت کا موجب ہو جائیگا۔ گویا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اسکے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے، چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہو جائیگا کہ اس مشرکانہ کفرانِ نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔ ف۲ یہ انکو فرمایا جو اپنے کھیت میں، مواشی میں، تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نیاز ٹھہراتے ہیں (موضح القرآن) جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا جس کا ذکر آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گذر چکا "مَا لَا یَعْلَمُوْنَ" سے مراد وہی اصنام وغیرہ ہیں جنہیں مشرکین جہالت اور بیخبری سے معبود یا مالکِ نفع و ضرر سمجھتے تھے، حالانکہ اسکی کوئی دلیل یا سند انکے پاس نہ تھی، پھر شرکا بھی تجویز کئے گئے پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔
ف۳ یعنی قیامت میں ان افترا پردازیوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیئے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک و سہیم بناؤ (باقی کسی کو ثواب پہنچانے کا مسئلہ جداگانہ ہے وہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں) ف۴ یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ اسکے لئے اولاد ثابت کی جائے۔ خاصکر بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں اس آیت میں "بنو خزاعہ" کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ (العیاذ باللہ)
ف۵ یعنی خود اپنے لئے بیٹیاں دیئے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔
ف۶ یعنی ان میں سے کسی کو اگر خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ ناشدنی مصیبت کہاں سے سر پر آئی۔
ف۷ یعنی رسمی ننگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔ لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے۔
ف۸ یعنی شب و روز ادھیڑبن میں لگا ہوا ہے اور تجویزیں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کرکے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں اتار دے یعنی ہلاک کر ڈالے۔ جیسا کہ جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے آکر اس رسم قبیح کو مٹایا اور ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ بعض نے "اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ" کے معنی یوں کئے ہیں "روکے رکھے لڑکی کو ذلیل و خوار کرکے" یعنی زندہ رہنے کی صورت میں ایسا ذلیل معاملہ کرے گویا وہ اسکی اولاد ہی نہیں۔ بلکہ آدمی بھی نہیں۔
ف۹ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ انکا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں، پھر اولاد بھی "اناث" جس سے خود اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز ان کیلئے اور ناقص خدا کے لئے ہے۔ (العیاذ باللہ)
ف۱۰ یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں۔ بری مثال یا بری صفت و حالت ان ہی کی ہے۔ وہ ہی اولاد کے محتاج ہیں۔ دکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے انکو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہلاک کرنا ان کا شیوہ ہے۔ آخر میں ظلم و شرک وغیرہ کا جو برا انجام ہونا چاہئے اس سے بھی وہ بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر نہج سے بری مثال اور نقص و عیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کرکے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم و رفیع کے منافی ہے۔ اس کے لئے تو وہ ہی مثالیں اور صفات ثابت کی جا سکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔
ف۱۱ یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے لیکن فوراً سزا دینا اسکی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہٰذا ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آجائیں اور اپنا رویہ درست کرلیں۔ ف۱۲ یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گستاخی اور ناانصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کردے تو چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خطا و قصور سے تو کوئی خالی ہوگا؟ (کلکم خطاؤن) جب خاطی و بدکار فوراً ہلاک کر دیئے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ ان کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا زیادہ موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ سب بنی آدم کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم و عدوان پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مرینگے۔ بہرحال خدا اگر بات بات پر دنیا میں پکڑے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں تمام ہو جائے۔ مگر وہ اپنے حلم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک انہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے۔ جب وقت آپہنچا، پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ" سے خاص دابۂ ظالمہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مطلب واضح ہے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم ف۱۳ یعنی جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً بیٹیاں یا اپنی ملک میں کسی اجنبی کی شرکت یا استہزاء و استخفاف کا معاملہ۔ وہ خداوند قدوس کیلئے ثابت کرتے ہیں۔ ف۱۴ یعنی باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصے سچے ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اڑائینگے۔ "وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَ

وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

وہ بڑھائے جارہے ہیں ف۱ قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے مختلف فرقوں میں تجھ سے پہلے

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پھر اچھے کر کے دکھلائے ان کو شیطان نے ان کے کام سو وہی رفیق اُن کا ہے آج اور اُن کے واسطے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

دردناک ہے ف۲ اور ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنا دے توان کو وہ چیز کہ جس

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ

میں جھگڑ رہے ہیں ف۳ اور سیدھی راہ سجھانے کو اور واسطے بخشش ایمان لانے والوں کے ف۴ اور اللہ نے اتارا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

آسمان سے پانی پھر اس سے زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے ف۵ اس میں

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ

نشانی ہے اُن لوگوں کو جو سنتے ہیں ف۶ اور تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا

پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا ف۷

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

خوشگوار پینے والوں کے لئے ف۸ اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو

مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

اس سے نشہ اور روزی خاصی ف۹ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں ف۱۰

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ

اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑوں میں گھر اور

الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ۙ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ

درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں ف۱۱ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے ف۱۲ پھر چل

ف۱ یعنی ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اسکی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی، البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جارہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیئے جائیں گے یعنی ابدالآباد تک کبھی مہربانی کی نظر ان پر نہ ہو گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ ان کو فرمایا جو ناکارہ چیزیں اللہ کے نام دیں اور اس پر یقین کریں کہ ہم کو بہشت ملے گی۔ حالانکہ وہ روز بروز دوزخ کی طرف بڑھتے ہیں۔ ف۲ کفار مکہ کی گستاخیوں اور لغو و بیہودہ دعاوی کا ذکر کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ انکی حرکتوں سے دلگیر اور رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں لیکن ہمیشہ یہی ہوا کہ شیطان لعین مکذبین کو انکے عمل اچھے کر کے دکھاتا رہا۔ اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو انکا رفیق ہے کچھ کام نہیں آتا۔ نہ ان کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔ یہی انجام آپ کے مکذبین کا ہوگا۔ بعض نے "فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہی آج ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ لہٰذا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی ہوگا۔ ف۳ یعنی قرآن صرف اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں (مثلاً توحید و معاد اور احکام حلال و حرام وغیرہ) ان سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کر دے۔ کوئی اشکال و خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم صلعم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دوٹوک فیصلہ سنادیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں آگے ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے جسے توفیق ہو گی قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

ف۴ یعنی فیصلہ اور بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اسکی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطوع و رغبت ایمان لاتے ہیں۔

ف۵ یعنی خشک زمین کو آسمانی بارش سے سرسبز کر دیا گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔

ف۶ یعنی اسی طرح قرآن سے جاہلوں کو عالم اور مردہ دلوں کو زندہ کر دیگا۔ اگر توجہ قلبی اور انصاف سے سنیں گے۔

ف۷ یعنی اونٹ گائے، بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں۔ وہ پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات و بقا کا سبب بنتا ہے۔ اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے۔ ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔

ف۸ پہلے کتاب اتارنے کی مناسبت سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا تھا ان آیات میں پانی کی مناسبت سے باقی انواع مشروبات کا تذکرہ ہوا ہے یعنی دودھ، شراب و نبیذ اور شہد۔ ایک دوسرے موقع پر جہاں جنت کی نہروں کا ذکر آیا ہے مشروبات کی یہی چار قسمیں مذکور ہوئی ہیں "فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى" (محمد رکوع ۲) یہاں اس قسم کی چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں جو بڑی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا غلام بن جاتا ہے۔ گویا شرک کے رد کی طرف اشارہ ہوا اور یہ بھی کہ جس طرح تمہاری جسمانی زندگی کے لئے خدا نے طرح طرح کے انتظامات اور مناسب سامان کئے ہیں ضرور ہے کہ روحانی زندگی اور باطنی ترقی کے وسائل و ذرائع بھی کافی مقدار میں مہیا کئے ہونگے۔

ف۹ یعنی ان میووں سے نشہ لانے والی شراب کشید کرتے ہو۔ اور کھانے پینے کی دوسری عمدہ چیزیں مثلاً شربت، نبیذ، سرکہ، اور خشک خرما یا کشمش وغیرہ ان سے حاصل کرتے ہو۔ (تنبیہ) یہ آیت مکی ہے شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی، پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد حرام ہوئی پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تاہم اس مکی آیت میں بھی "سَكَرًا" کے بعد "وَّرِزْقًا حَسَنًا" فرما کر متنبہ فرما دیا کہ جو چیز آئندہ حرام ہونے والی ہے اس پر "رزق حسن" کا اطلاق کرنا موزوں نہیں۔ ف۱۰ یہاں "يَّعْقِلُوْنَ" کا لفظ جو عقل سے مشتق ہے "سَكَرًا" کے تذکرہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے چونکہ نشہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ اس لئے اشارہ فرما دیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والوں کا نہیں۔ ف۱۱ یعنی انگور کی بیل چڑھانے کو جو ٹٹیاں باندھتے ہیں یا جو عمارتیں لوگ تیار کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو حکم دینے کا یہ مطلب ہے کہ اسکی فطرت ایسی بنائی جو باوجود ادنیٰ حیوان ہونے کے نہایت کاریگری اور باریک صنعت سے اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں تیار کرتی ہے۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ انکے سردار کو "یعسوب" کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے جب کسی جگہ مکان بناتی ہیں تو سب خانے "مسدس متساوی الاضلاع" کی شکل پر ہوتے ہیں۔ بدون مسطر و پرکار وغیرہ کے اس قدر صحت و انضباط کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کا رکھنا آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ مسدس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اگر اختیار کی جاتی تو لامحالہ درمیان میں کچھ جگہ فضول خالی رہتی۔ فطرت نے ایسی شکل کی طرف رہنمائی کی جس میں ذرا سا فرجہ بھی بیکار نہ رہے۔ ف۱۲ "كُلِىْ" اور "فَاسْلُكِىْ" سب امر تکوینیہ ہیں یعنی فطرۃً اسکو ہدایت کی کہ اپنی خواہش اور استعداد مزاج کے مناسب ہر قسم کے پھلوں اور میووں میں سے اپنی غذا حاصل کرے۔ چنانچہ مکھیاں اپنے چھتہ سے نکل کر رنگ برنگ کے پھول پھل چوستی ہیں جن

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ
راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑے ہیں ف۱ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں ف۲

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ
اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے ف۳ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرتے ہیں ف۴ اور

اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں سے پہنچ جاتا ہے نکمی عمر کو

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ ع ۹ ۱۵
کہ سمجھنے کے پیچھے اب کچھ نہ سمجھے اللہ خبردار ہے قدرت والا ف۵ اور اللہ نے بڑائی

بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ
دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں سو جن کو بڑائی دی وہ نہیں پہنچا دیتے

رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ
اپنی روزی ان کو جن کے مالک ان کے ہاتھ ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں کیا اللہ کی نعمت

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ
کے منکر ہیں ف۶ اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں ف۷ اور

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ
دیئے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے ف۸ اور کھانے کو دیں تم کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
ستھری چیزیں ف۹ سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو

يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ
نہیں مانتے ف۱۰ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوائے ایسوں کو جو مختار نہیں ان کی

رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾
روزی کے آسمان اور زمین میں سے کچھ بھی ف۱۱ اور نہ قدرت رکھتے ہیں ف۱۲

ف۱ یعنی غذا حاصل کرنے اور کھا پی کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے راستے صاف کھلے پڑے ہیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ مکھیاں غذا کی تلاش میں بعض اوقات بہت دور نکل جاتی ہیں پھر بے تکلف اپنے چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں۔ ذرا راستہ نہیں بھولتیں۔ بعض نے "فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا" کا مطلب یہ لیا ہے کہ قدرت نے تیرے عمل و تصرف کے جو فطری راستے مقرر کر دیئے ہیں ان پر مطیع و منقاد بن کر چلتی رہ۔ مثلاً پھول پھل چوس کر فطری قوتی و تصرفات سے شہد وغیرہ تیار کر۔ ف۲ یعنی مختلف رنگ کا شہد نکلتا ہے سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگتوں کا اختلاف موسم غذا اور مکھی کی عمر وغیرہ کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفایابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آ رہے تھے اسکا بھائی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہو گئی۔ اس نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے فرمایا "صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ" (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہو گئی۔ اطباء نے اپنے اصول کے موافق کہا ہے کہ بعض اوقات پیٹ میں "کیموس" فاسد ہوتا ہے جو پیٹ میں پہنچنے والی ہر ایک غذا اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے اس لئے دست آتے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ مسہلات دی جائیں تا وہ "کیموس فاسد" خارج ہو۔ شہد کے مسہل ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ گویا حضور کا مشورہ اسی طبی اصول کے موافق تھا۔ مامون رشید کے زمانہ میں ثمامہ عبسی کو جب اسی قسم کا مرض لاحق ہوا تو اس زمانہ کے شاہی طبیب یزید بن یوحنا نے مسہل سے اسکا علاج کیا اور یہی وجہ بتلائی۔ آج کل کے اطباء شہد کے استعمال کو استطلاق بطن کے علاج میں بہت مفید بتلاتے ہیں۔

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں برے میں سے بھلا نکلنے کے تین پتے بتلائے۔ جانور کے پیٹ اور خون گوبر کے مادہ سے دودھ، نشے کے مادہ (انگور کھجور وغیرہ) سے پاک روزی اور مکھی کے پیٹ سے شہد۔ تینوں میں اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت جاہلوں کی اولاد میں عالم پیدا کریگا۔ حضرت کے وقت میں یہی ہوا کہ کافروں کی اولاد عارف کامل ہوئی۔

ف۵ قدرت کے بہت سے خارجی نشان بیان فرما کر انسان کو متنبہ کرتے ہیں کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے۔ وہ کچھ نہ تھا، خدا نے وجود بخشا پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی، بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم و قدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس امت میں کامل پیدا ہو کر پھر ناقص پیدا ہونے لگیں گے۔ واللہ اعلم۔

ف۶ یعنی خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لئے برابر نہیں۔ بلحاظ تفاوت استعداد و احوال کے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام اور نوکر چاکر ہیں۔ جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذات خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کریگا کہ غلام یا نوکر چاکر جو بہر حال اسی جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اسکی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعاً یہ ہے کہ بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بنتا۔ آقا ہی مالک رہتا ہے اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنا لے تو مساوات بیشک ہو جائیگی، لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہرکیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی، پھر غضب ہے، کہ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے اور ان چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے (اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ) مالک حقیقی کا شریک و سہیم ٹھہرا دیا جائے کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہی شکریہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود ناک بھوں چڑھاتے ہو اس سے زیادہ قبیح و شنیع صورت اسکے لئے تجویز کی جائے۔ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، سب کو ایک درجہ میں نہیں رکھا، اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فائق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہٹ دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ف۷ یعنی نوع انسان ہی سے تمہارا جوڑا پیدا کیا۔ تا الفت و موانست قائم رہے۔ اور تخلیق کی غرض پوری ہو۔ "وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً" (الروم رکوع ۳)

ف۸ جو تمہاری بقاء نوعی کا ذریعہ ہیں۔ ف۹ جو بقائے شخصی کا سبب ہے۔ ف۱۰ یعنی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا، یا بیٹا دیا، یا روزی دی، اور یہ سب جھوٹ اور وہ جو سچ دینے والا ہے اسکے شکر گذار نہیں۔ کذا فی الموضح۔ اور شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ فانی و زائل زندگانی کی بقاء نوعی و شخصی کے اسباب کو تو مانتے ہو اور خدا کی سب سے بڑی نعمت (پیغمبر علیہ السلام کی ہدایات) کو جو حیات ابدی اور حیات جاودانی کا واحد ذریعہ ہے، تسلیم نہیں کرتے اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔ ف۱۱ یعنی نہ آسمان سے مینہ برسانے کا خدائی اختیار رکھتے ہیں نہ زمین سے غلہ اگانے کا پھر قادر مطلق کے شریک معبودیت میں کس طرح بن گئے؟ ف۱۲ یعنی نہ فی الحال اختیار حاصل ہے نہ آئندہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

ف۱ مشرک کہتے تھے کہ مالک اللہ ہی ہے۔ یہ لوگ اسکی سرکار میں مختار ہیں۔ ہمارے کام ان ہی سے پڑتے ہیں۔ بڑی سرکار تک براہ راست رسائی نہیں ہوسکتی۔ سو یہ مثال غلط ہے جو بارگاہِ احدیت پر چسپاں نہیں۔ اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ کوئی کام کسی کو اس طرح سپرد نہیں کر رکھا جیسے سلاطین دنیا اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض کر دیتے ہیں کہ تفویض تو ارادہ واختیار سے کیا لیکن بعد تفویض ان اختیارات کے استعمال میں ماتحت آزاد ہیں۔ کسی مجسٹریٹ کے فیصلہ کے وقت بادشاہ یا پارلیمنٹ کو اس واقعہ اور فیصلہ کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ نہ اس وقت جزئی طور پر بادشاہ کی مشیت وارادہ کو فیصلہ صادر کرنے میں قطعاً دخل ہے۔ یہ صورت حق تعالیٰ کے یہاں نہیں۔ بلکہ ہر ایک چھوٹا بڑا کام اور ادنیٰ سے ادنیٰ جزئی خواہ بواسطہ اسباب یا بلاواسطہ اس کے علم محیط اور مشیت وارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی لئے لازم ہے کہ آدمی ہر کلی جزئی کا فاعل اور مؤثر حقیقی اعتقاد کرکے تنہا اسی کو معبود ومستعان سمجھے۔ (تنبیہ) ابن عباسؓ وغیرہ سلف سے "فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ" کا یہ مطلب منقول ہے کہ خدا کا مماثل کسی کو مت ٹھہراؤ۔

ف۲ یعنی تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح مثال پیش کرنی چاہئے۔ جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کی تفہیم میں معین ہو۔ اور اسکی عظمت ونزاہت کے خلاف شبہ پیدا نہ کرے۔ اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ انہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۷۴﴾

سو مت چسپاں کرو اللہ پر مثالیں ف۱ بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۲

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمَنْ

اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندہ پرایا مال نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور ایک جس کو

رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ

ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے روبرو

هَلْ يَسْتَوُونَ ۚ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾ وَ

کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۳ اور

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ

بتائی اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک گونگا ف۴ کچھ کام نہیں

شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ۖ

کرسکتا ف۵ اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب پر جس طرف اس کو بھیجے نہ کرکے لائے کچھ بھلائی ف۶

هَلْ يَسْتَوِي هُوَ ۙ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ

کہیں برابر ہے وہ اور ایک وہ شخص جو حکم کرتا ہے انصاف سے اور ہے سیدھی راہ

مُسْتَقِيمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا أَمْرُ

پر ف۷ اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے ف۸ اور قیامت کا

ع ۱۰ / ۱۶

السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کام تو ایسا ہے جیسے پلک نگاہ کی یا اس سے بھی قریب ف۹ اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ

قادر ہے ف۱۰ اور اللہ نے تم کو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے تم

شَيْئًا ۙ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

کسی چیز کو اور دیئے تم کو کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم

ف۳ ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں، دوسرے کا مملوک غلام ہے کسی طرح کی قدرت واختیار نہیں رکھتا ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے۔ بدون اجازت اسکے سب تصرفات غیر معتبر ہیں دوسرا آزاد اور بااختیار شخص ہے جسے خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ مقدرت اور روزی عنایت فرمائی جس میں سے دن رات سرًا وعلانیۃً بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ کوئی اسکا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہوسکتے ہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے، سب تعریفیں اور خوبیاں اسکے خزانہ میں ہیں جسکو جو چاہے دے۔ کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر کلی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو اسکی برابر کر دیا جائے جو کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود پرایا مال ہے۔ اگر مالک مجازی اور مملوک مجازی برابر نہیں ہوسکتے تو کوئی مملوک محض مالک حقیقی کا شریک کیسے بن سکتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لو کہ خدائے واحد کا پرستار جسے مالک نے علم وایمان کی دولت بخشی اور لوگوں میں شب وروز روحانی نعمتیں تقسیم کرنے کا ذریعہ بنایا، کیا ایک پلید مشرک کو جو بت کا مملوک، اہواء واوہام کا غلام اور عمل مقبول سے محض تہیدست ہے اس مومن موحد کے ساتھ برابر کھڑا کیا جاسکتا ہے؟ کلّا واللہ۔

ف۴ گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا۔ گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔

ف۵ کیونکہ نہ حواس رکھتا ہے نہ عقل، اور اپاہج ہے جو چل پھر بھی نہیں سکتا۔

ف۶ یعنی مالک کے کسی کام کا نہیں۔ جدھر اسے بھیجنا چاہے بالمتوجہ کرے کچھ بھلائی اور فلاح نہ پہنچا سکے۔

ف۷ یعنی خود سیدھی راہ پر قائم رہ کر دوسروں کو بھی اعتدال وانصاف کے راستہ پر لے جارہا ہے۔ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہوسکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیونکر دیا جاسکتا ہے۔ یا ایک اندھا بہرا مشرک جو خدا کی پیدا کی ہوئی روزی کھاتا ہے اور چھدام کا کام کرکے نہیں دیتا اس مومن قانت کی ہمسری کیسے کرسکتا ہے جو خود سیدھی راہ پر ہو اور دوسروں کو اپنے ساتھ ترا لے جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی "خدا کی دو مخلوق ایک بت نکما نہ بل سکے نہ چل سکے جیسے گونگا غلام، دوسرا رسول جو اللہ کی راہ بتاوے ہزاروں کو اور آپ بندگی پر قائم ہے اسکے تابع ہونا بہتر یا اس کے اھ"

ف۸ یعنی ساری مخلوق یکساں نہ ہوئی۔ ایک آدمی کا حال دوسرے سے بے انتہا مختلف ہوا۔ سب چیزیں ایک سطح مستوی پر کھڑی نہیں کی گئیں۔ اس کا بھید اور ہر ایک کی پوشیدہ استعداد اور مخفی حالت کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ اپنے علم محیط کے موافق قیامت میں ہر ایک کے ساتھ جداگانہ معاملہ کریگا۔ اور مختلف احوال پر مختلف نتائج مرتب فرمائے گا۔

ف۹ یعنی قیامت کے آنے کو مستبعد مت سمجھو۔ خدا کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔ تمام لوگوں کو جب دوبارہ پیدا کرنا چاہے گا تو پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ لگے گی، اُدھر سے ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہوجائیگی۔ (تنبیہ) "كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ" کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے محسوسات کے موافق تو اس کی سرعت کو آنکھ جھپکنے سے تعبیر کرسکتے ہیں لیکن واقع میں اس سے بھی کم میں قیامت قائم ہوجائیگی۔ کیونکہ "لمح بصر" بہرحال زمانی چیز ہے اور ارادۂ خداوندی پر مراد کا ترتب آنی ہوگا۔

ف۱۰ یعنی جس کے علم محیط کا وہ حال ہو کہ آسمان وزمین کے سارے بھید اس کے سامنے حاضر ہیں اور جس کی قدرت کاملہ ذرہ ذرہ پر محیط ہو، بھلا اس کا ہمسر کون ہوسکتا ہے؟ اور اس کی پوری مثال کہاں سے لاسکتے ہیں۔

تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا

احسان مانو ف۱ کیا نہیں دیکھے اڑتے جانور حکم کے باندھے ہوئے آسمان کی ہوا میں کوئی

يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۹

نہیں تھام رہا ان کو سوائے اللہ کے ف۲ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں ف۳

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ

اور اللہ نے بنا دیے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ ف۴ اور بنا دیئے تم کو چوپاؤں کی

الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ

کھال سے ڈیرے جو ہلکے رہتے ہیں تم پر جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں ف۵

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى

اور بھیڑوں کی اون سے اور اونٹوں کی ببریوں سے ف۶ اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب اور استعمال کی

حِيْنٍ ۝۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

چیزیں ایک وقت مقرر تک ف۷ اور اللہ نے بنا دیئے تمہارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے ف۸ اور بنا دیں تمہارے

الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ

واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں ف۹ اور بنا دیئے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی میں ف۱۰ اور کرتے

تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

جو بچاؤ ہیں لڑائی میں ف۱۱ اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر تاکہ تم

تُسْلِمُوْنَ ۝۸۱ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۸۲

حکم مانو ف۱۲ پھر اگر پھر جائیں تو تیرا کام تو یہی ہے کھول کر سنا دینا ف۱۳

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۳

پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت ان میں ناشکر ہیں ف۱۴

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جس دن کھڑا کریں ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا پھر حکم نہ ملے منکروں کو

ف۱ یعنی پیدائش کے وقت تم کچھ جانتے اور سمجھتے نہ تھے، خدا تعالیٰ نے علم کے ذرائع اور سمجھنے والے دل تم کو دیئے۔ جو بذات خود بھی بڑی نعمتیں ہیں اور لاکھوں نعمتوں سے متمتع ہونے کے وسائل ہیں۔ اگر آنکھ، کان، عقل وغیرہ نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جوں جوں آدمی کا بچہ بڑا ہوتا ہے اسکی علمی و عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔ اسکی شکرگذاری یہ تھی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے، اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے، نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے الٹے بغاوت پر کمربستہ ہو جائیں۔ اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔

ف۲ یعنی جیسے آدمی کو اس کے مناسب قویٰ عنایت فرمائے، پرندوں میں انکے حالات کے مناسب فطری قوتیں ودیعت کیں، ہر ایک پرندہ اپنی اڑان میں قانونِ قدرت کا تابع اور خدا تعالیٰ کے تکوینی احکام سے وابستہ ہے۔ اسے کسی درسگاہ میں اڑنے کی تعلیم نہیں دی گئی، قدرت نے اس کے پر اور بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اڑتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسم ثقیل ہوائے لطیف کو چیر پھاڑ کر بے اختیار نیچے آ پڑے۔ یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور طیران سے منع کر دے کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے۔

ف۳ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی ایمان لانے میں بعضے اٹکتے ہیں، معاش کی فکر سے، سو فرمایا کہ مال کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لاتا۔ کمائی کے اسباب کہ آنکھ، کان، دل وغیرہ ہیں، اللہ ہی دیتا ہے اڑتے جانور ادھر میں آخر کس کے بھروسہ رہتے ہیں" اھ

ف۴ یعنی اینٹ، پتھر، لکڑی وغیرہ کے مکان۔

ف۵ یعنی اینٹ پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، اس لئے چمڑے اور اون وغیرہ کے ڈیرے خیمے بنانے سکھا دیے جو بسہولت منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ سفر و حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ بعض نے "يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ چلنے کے وقت اٹھانے میں اور کسی جگہ اترتے وقت نصب کرنے میں ہلکے رہتے ہیں۔

ف۶ یعنی اونٹ کی پشم سے۔

ف۷ یعنی ان چیزوں سے کتنے سامان رہائش اور آسائش کے تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدتِ دراز تک کام دیتے ہیں اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا، کیا یہ سامان میسر آ سکتے تھے۔

ف۸ مثلاً بادل، درخت، مکان اور پہاڑ وغیرہ کا سایہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے۔

ف۹ جہاں سر چھپا کر بارش، دھوپ یا دشمن وغیرہ سے اپنی حفاظت کر سکتے ہو۔

ف۱۰ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جن کرتوں میں گرمی کا بچاؤ ہے سردی کا بھی بچاؤ ہے۔ پر اس ملک میں گرمی زیادہ تھی اسکا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔

ف۱۱ یعنی زرہیں جو لڑائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

ف۱۲ یعنی دیکھو! کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی و عملی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ جن سے کام لیکر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ جس نے مادی اور جسمانی دنیا میں اس قدر احسانات فرمائے، روحانی تربیت و تکمیل کے سلسلہ میں ہم پر اپنا احسان پورا نہ کریگا۔ بیشک پورا کر چکا ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (مائدہ رکوع ۱) ضروری ہے کہ سب لوگ اسکے احسان کے آگے گردنیں جھکا دیں اور اس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و منقاد ہو کر رہیں۔

ف۱۳ یعنی اگر اسقدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھائیے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے، کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنا دی گئیں۔ آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

ف۱۴ یعنی بیشک بعضے بندے شکرگذار بھی ہیں "وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" (سبا رکوع ۲) لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھتے اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں، مگر جب شکرگذاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں۔ گویا دل سے سمجھتے ہیں اور عمل سے انکار کرتے ہیں۔

ف۱ یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں۔ یعنی یاد رکھو! وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہونگی اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا۔ تا اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں۔ یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کا ہے میں کرینگے، درانحالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائیگا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ "دار جزاء" ہے "دار عمل" نہیں جو اب توبہ کر کے خطائیں معاف کرالیں۔ ف۲ یعنی نہ عذاب کی سختی میں کمی ہوگی اور نہ درمیان میں وقفہ ہوگا کہ تھوڑی دیر مہلت مل جائے، پھر از سر نو عذاب شروع ہو۔ بعض نے "وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ" سے یہ مراد لیا ہے کہ جہنم کو دیکھنے کے بعد ایک منٹ کی ڈھیل نہ ملے گی جہنم فوراً مجرمین کو اس طرح اچک لے گا جیسے پرندہ ایک دم دانہ اٹھا کر نگل جاتا ہے۔ گویا سرعت دخول کی طرف اشارہ ہوا۔ ف۳ یعنی ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذاتِ خود بے قصور ہیں، یا یہ کہ انہیں دوہری سزا دیجئے۔ ف۴ یعنی جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرا لیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم محض اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی، یا جن و شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر الگ ہو جائیگا

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ

اور نہ ان سے توبہ لی جائے ف۱ اور جب دیکھیں گے ظالم عذاب کو پھر ہلکا نہ ہوگا

عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ

ان سے اور نہ ان کو ڈھیل ملے ف۲ اور جب دیکھیں مشرک اپنے شریکوں کو

قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ

بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے ف۳

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ

تب وہ ان پر ڈالیں گے بات کہ تم جھوٹے ہو ف۴ اور آپڑیں اللہ کے آگے

يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ

اس دن عاجز ہو کر اور بھول جائیں جو جھوٹ باندھتے تھے ف۵ جو لوگ

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے ان کو ہم بڑھا دیں گے عذاب پر

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ

عذاب بدلہ اس کا جو شرارت کرتے تھے ف۶ اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر ہر

أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ

میں ایک بتلانے والا ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو

هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

ان لوگوں پر ف۷ اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا ف۸ اور ہدایت

وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

اور رحمت اور خوش خبری حکم ماننے والوں کے لئے ف۹ اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا

وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا ف۱۰ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے

"وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ" (ابراہیم رکوع ۴) غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا، سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کرینگے۔ کوئی سچ کوئی جھوٹ۔ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی۔ ملائکہ اور بعض انبیاء و صالحین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری اور اپنی خالص بندگی کا اظہار کرتے رہے ہے۔ رہ گئے شیاطین سو ان کا اظہار نفرت گو جھوٹ ہوگا، تاہم اس سے مشرکین کو کلی طور پر مایوسی ہو جائیگی کہ آج بڑے سے بڑا رفیق بھی کام آنے والا نہیں۔

ف۵ یعنی ساری طمطراق اور افترا پردازیاں اس وقت غائب ہو جائینگی سب عاجز و مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت و انقیاد کا اظہار کرینگے "أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا" (مریم رکوع ۲)

ف۶ یعنی ایک عذاب تو انکار حق پر، دوسرا اس پر کہ اوروں کو خدا کی راہ سے روکا۔ یا ایک عذاب صدور جرم پر دوسرا اسکی عادت ڈالنے پر۔ بہرحال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارج متفاوت ہونگے، جہنمیوں کا عذاب بھی کمّاً و کیفاً و نوعاً متفاوت ہوگا۔

ف۷ یعنی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہِ احدیت میں بیان دے گا۔ اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کی حالت بتلائیں گے بلکہ بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ ان تمام شہداء کے لئے شہادت دینگے کہ بیشک انہوں نے اپنا فرض منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضورؐ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمالِ خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

ف۸ یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اسمیں قیامت کے یہ واقعات بھی آگئے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتاری گئی اسکی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی۔ گویا "شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ" کے بعد "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" فرما کر حضورؐ کے عظیم مرتبہ اور اسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرمادیا۔ "فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ" (اعراف رکوع ۱) ابن کثیر نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ف۹ یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سراپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے، فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

ف۱۰ قرآن کو "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" فرمایا تھا۔ یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امراً و نہیاً اسکے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہی آیت "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" کا ثبوت دینے کے لئے کافی تھی۔ شاید اسی لئے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خطبۂ جمعہ کے آخر میں اسکو درج کر کے امت کیلئے اسوۂ حسنہ قائم کر دیا۔ اس آیت کی جامعیت سمجھانے کے لئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ عدل، احسان، ایتاء ذی القربیٰ "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اسکا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ "احسان" کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذاتِ خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقام عدل و انصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل و عفو اور تلطف و ترحم کی خو اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد تطوّع و تبرّع کی طرف قدم بڑھائے انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے۔ اور یقین رکھے کہ جو کچھ بھلائی کریگا خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔ "الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" (صحیح بخاری) "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" (رحمٰن رکوع ۳) یہ دونوں خصلتیں (یعنی عدل و احسان یا بالفاظ دیگر انصاف و مروت) تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست و دشمن سے متعلق تھیں۔ لیکن اقارب کا حق اجانب سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت (بقیہ ...)

(بقیہ فوائد صفحہ ۳۶۶) نے باہم رکھ دیئے ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔ بلکہ اقارب کی ہمدردی اور انکے ساتھ مروت و احسان جانب سے کچھ بڑھکر ہونا چاہئے۔ صلہ رحم ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب و ذوی الارحام کیلئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہئے۔ گویا "احسان" کے بعد ذوی القربیٰ کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں۔ فرقِ مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ فللّٰہ الحمد والمنہ

فوائد صفحہ ہذا۔ **ف۱** منع بھی تین چیزوں سے کیا۔ فحشاء، منکر، بغی۔ کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں۔ جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قوتِ بہیمیہ شہوانیہ، قوتِ وہمیہ شیطانیہ، قوتِ غضبیہ سبعیہ۔ غالباً "فحشاء" سے وہ بےحیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشا شہوت و بہیمیت کی افراط ہو "منکر" "معروف" کی ضد ہے یعنی نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے۔ گویا قوت وہمیہ شیطانیہ کے غلبہ سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے۔ تیسری چیز "بغی" ہے یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا ظلم و تعدی پر کمربستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا، اور دوسروں کے جان و مال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا۔ اس قسم کی تمام حرکات قوتِ سبعیہ غضبیہ کے بیجا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ الحاصل آیت میں تنبیہ فرما دی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوت عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوا بِعَهْدِ

اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے **ف۱** تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو **ف۲** اور پورا کرو عہد

اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اللہ کا جب آپس میں عہد کرو اور نہ توڑو قسموں کو پکا کرنے کے بعد

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور تم نے کیا ہے اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو **ف۳**

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ

اور مت رہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اس نے اپنا سوت کاتا ہوا محنت کے بعد ٹکڑے ٹکڑے **ف۴**

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ

کہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دخل دینے کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو چڑھا ہوا

اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ

دوسرے سے **ف۵** یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے **ف۶** اور آئندہ کھول دے گا اللہ تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ

کو قیامت کے دن جس بات میں تم جھگڑ رہے تھے **ف۷** اور اللہ چاہتا تو تم سب کو

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے **ف۸**

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ

اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے تھے **ف۹** اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو

دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ

دھوکا آپس میں کہ ڈگ نہ جائے کسی کا پاؤں جمنے کے پیچھے اور تم چکھو سزا

بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

اس بات پر کہ تم نے روکا اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑا عذاب ہو **ف۱۰**

ف۲ اکثم بن صیفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ فَكُوْنُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ رُءُوْسًا وَّلَا تَكُوْنُوْا فِيْهِ اَذْنَابًا" یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دم نہ بنو۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد صلعم کی محبت جاگزیں ہوئی۔

ف۳ اوپر کی آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان کے بعض افراد کو بالتخصیص بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور غدر و بدعہدی سے ممانعت کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لئے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لیکر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے، خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ "قول مرداں جان دارد" خصوصاً جب خدا کا نام لیکر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بدعہدی کی۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دیگا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغابازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی

ف۴ یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بےتکلف توڑ ڈالا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ قول و قرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قومیں قانون عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں۔ ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔

ف۵ یعنی معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ جس طرح اہلِ جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے طاقتور دیکھ کر معاہدہ کر لیا پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے بڑھ کر معزز اور طاقتور سامنے آئی، پہلا معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے عہد و پیمان گانٹھ لئے۔ پھر چند روز بعد ان حلفاء کو کمزور بنانے اور اپنے کو بڑھانے کا موقع پایا تو فوراً معاہدات توڑ ڈالے اور سب قسمیں اور حلف بالائے طاق رکھ دیئے۔ بعینہ جس طرح آج کل یورپین اقوام کا معمول ہے۔ **ف۶** یعنی قوت و ضعف میں اقوام کا اختلاف ان میں سے کسی کو اوپر چڑھانا کسی کو نیچے گرانا، خدا تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور ایفائے عہد کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں کون ثابت قدم رہتا ہے کہ اپنا عہد پورا کرنے میں حلفاء کی قوت و ضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ باقی اقبال و ادبار کسی کے بدلے سے بدلا نہیں جاتا۔ ادبار کی جگہ اقبال اور ضعف کی جگہ قوت خدا ہی لائے تو آئے۔ ہاں بدعہدی کا خیال آنا اسکی علامت ہے کہ ادبار آنے والا ہے **ف۷** یعنی یہاں امتحان ہے نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائیگا جس وقت ضعف و طاقت کے سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ **ف۸** یعنی اسے قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا، مگر حکمت اسکو مقتضی نہ تھی۔ جیسا کہ کئی مواقع میں ہم اسکی تقریر کر چکے ہیں۔ **ف۹** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ کافر سے بھی غدر اور بدعہدی نہ کرے۔ کفر ان باتوں سے ہٹتا نہیں۔ اور اپنے اوپر وبال آتا ہے"۔ **ف۱۰** یعنی عہد شکنی کر کے اور قسمیں توڑ کر بدعہدی کی راہ مت نکالو۔ اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو کہ تمہارے خراب اور پست کیرکٹر کو دیکھ کر یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں اور غیر مسلم تو ہیں اسلام میں داخل ہونے سے رکنے لگیں۔ اور تم پر خدا کی راہ سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔

ف۱ پہلے مذکور تھا آپس میں قول توڑنے کا۔ اب اللہ سے قول توڑنے کا ذکر ہے یعنی مال کی طمع سے خلاف شرع حکم مت کرو۔ انجام کار ایسا مال وبال لائے گا جو موافق شرع ہاتھ لگے، تمہارے حق میں وہ ہی بہتر ہے۔ (موضح القرآن) یا ایفائے عہد کا جو اجر خدا کے یہاں ملے گا وہ اس ثمن قلیل سے کہیں بہتر ہے ثمن کو قلیل اس لئے کہا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تب بھی آخرت کے مقابلہ میں قلیل و حقیر ہے۔

ف۲ پھر باقی و دائم کو چھوڑ کر فانی و زائل کا پسند کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ف۳ یعنی جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے، انکا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور ہمارے یہاں سے ملکر رہے گا۔ ف۴ اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اسکو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی قناعت و غنائے قلبی، سکون و طمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حب الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا ؎ چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم۔ سچ ہے "اَھْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیْلِھِمْ اَلَذُّ مِنْ اَھْلِ اللَّھْوِ فِیْ لَھْوِھِمْ" اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی ہے، تو اس کے چھیننے کیلئے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اسکا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے "حَیَاۃٌ بِلَا مَوْتٍ، وَغِنًی بِلَا فَقْرٍ، وَصِحَّۃٌ بِلَا سُقْمٍ، وَمُلْکٌ بِلَا ھُلْکٍ، وَسَعَادَۃٌ بِلَا شَقَاوَۃٍ" رزقنا اللہ تعالیٰ بفضلہ ومنہ ایاہا۔ (تنبیہ) اس آیت نے بتلا دیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسب حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
اور نہ لو اللہ کے عہد پر مول تھوڑا سا بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹۵ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ
بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم جانتے ہو ف۱ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور

مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ
جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہوگا ف۲ اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے والوں کو ان کا حق

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ
اچھے کاموں پر جو کرتے تھے ف۳ جس نے کیا نیک کام مرد ہو

اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی ف۴ اور بدلے میں دیں گے ان کو

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۷ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ
حق ان کا بہتر کاموں پر جو کرتے تھے سو جب تو پڑھنے لگے قرآن

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۹۸ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ
تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے ف۵ اس کا زور نہیں

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۹۹ اِنَّمَا
چلتا ان پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ف۶ اس کا

سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝۱۰۰ ع
زور تو انہی پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اس کو شریک مانتے ہیں ف۷

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا
اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں

اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۱ قُلْ نَزَّلَهٗ
تو تو بنا لاتا ہے یہ بات نہیں پر اکثروں کو ان میں خبر نہیں ف۸ تو کہہ اس کو اتارا ہے

ف۵ حدیث میں ہے "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ" (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے) معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قرأت قرآن بہترین کام ہے۔ اور پچھلی آیات میں دو مرتبہ بہتر کاموں پر اجر ملنے کا ذکر تھا۔ اس لئے یہاں قرأت قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرماتے ہیں تاکہ آدمی بے احتیاطی سے اس بہتر کام کا اجر ضائع نہ کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأت قرآن جیسے کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہو گی کہ مومن کو اس سے باز رکھے، اور اس میں کامیاب نہ ہو تو ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب مغویانہ تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرأت قرآن کا ارادہ کرے، پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے بھاگ کر خداوند قدوس کی پناہ میں آ جائے۔ اصلی استعاذہ (پناہ میں آنا) تو دل سے ہے۔ مگر زبان و دل کو موافق کرنے کے لئے مشروع ہے کہ ابتدائے قرأت میں زبان سے بھی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔

ف۶ یعنی جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اسکی پناہ ڈھونڈی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا اگر ایسا شخص کسی وقت محض تھوڑی دیر کے لئے بمقتضائے بشریت شیطان کے چکمہ میں آیا بھی، تب بھی شیطان اپنا قبضہ اور تسلط اس پر نہیں جما سکتا۔ بہت جلد اسکی آنکھ کھل جائیگی اور غفلت میں تمادی نہ ہو گی۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ" (الاعراف رکوع ۲۴)

ف۷ یعنی جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنا لیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے اس پر بھروسہ رکھیں۔ گویا اسکو خدائی کا شریک ٹھہرا لیں یا اسکے اغوا سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں، انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جس طرح چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔ ف۸ پہلے حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان رجیم کے کید سے پناہ ڈھونڈو۔ کہیں وہ اس بہترین کام میں رکاوٹ اور خرابی نہ ڈالے۔ یہاں اسکی بعض رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کے متعلق پیدا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے۔ پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آ جاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اجازت دی گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا۔ "قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَہٗ" الخ تھوڑی مدت کے بعد مکہ ہی میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ "عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" الخ کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بیخبری سے ایک بات کا حکم دیدیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنا لاتے ہیں۔ ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ اس طرح کے شبہات و وساوس ممکن تھا شیطان بعض مسلمانوں کے دلوں میں القا کرے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔ تم کو اگر "نسخ" کی حقیقت معلوم ہوتی تو کبھی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے "نسخ" کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ایک میعادی حکم کی میعاد پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیجا جائے۔ کیا طبیب منضج کا نسخہ دس بیس دن پلا کر اگر مسہل تجویز کرے تو اسے

(بقیہ صفحہ ۳۶۹)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۶۸- طبیب کی کم علمی یا بے خبری پر محمول کیا جا سکتا ہے؟ یا جو ایسا کہے وہ خود جاہل اور بے خبر کہلائے گا- حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جس وقت جو حکم اتارا گیا یعنی جو روحانی غذا یا دوا تجویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج اور حالات کے مناسب ہے۔

فوائد صفحہ ہذا- ف۱ یعنی میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں- یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس (پاک فرشتہ جبریل امین) کے ذریعہ سے عین حکمت و مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا گویا "مِن رَّبِّكَ" کہہ کر متنبہ فرما دیا کہ اسکی نازل کرنے والی وہ ہستی ہے جس نے خود محمد صلعم کی اسقدر حیرت انگیز طریقہ سے ایسے اعلیٰ و اکمل اخلاق پر تربیت فرمائی جو تمہارے سامنے ہے- اور "روح القدس" کا واسطہ بیان فرما کر شاید اس طرف اشارہ کرنا ہو کہ جس کلام کا حامل "روح القدس" بنایا گیا، وہ روحانیت، پاکیزگی اور ملکوتی خصال کا پیکر ہونا چاہئے- چنانچہ دیکھ لو ان اوصاف میں اس شان کا کیا کوئی دوسرا کلام آسمان کے نیچے نظر آتا ہے- ف۲ یعنی موقع بموقع اور بتدریج احکام و آیات کا نزول دیکھ کر ایمان والوں کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال اور زندگی کے ہر ایک دور سے پورا خبردار ہے اور نہایت حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے- جیسے حالات پیش آئیں ان کے موافق ہدایت و رہنمائی کرتا اور ہر کام پر اسکے مناسب خوشخبری سناتا ہے۔

رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ
پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے بلاشبہ ف۱ تاکہ ثابت کرے ایمان والوں کو اور
هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُولُونَ
ہدایت اور خوش خبری مسلمانوں کے واسطے ف۲ اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں
اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ
اس کو تو سکھلاتا ہے ایک آدمی ف۳ جس کی طرف تعریض کرتے ہیں اس کی زبان ہے عجمی
وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
اور یہ قرآن زبان عربی ہے صاف ف۴ وہ لوگ جن کو
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا
اللہ کی باتوں پر یقین نہیں ان کو اللہ راہ نہیں دیتا اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے ف۵ جھوٹ
يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
بناتے ہیں لوگ جن کو یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی
هُمُ الْكٰذِبُونَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ
لوگ جھوٹے ہیں ف۶ جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر
اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ
زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر ف۷ ولیکن جو کوئی دل کھول کر
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۶﴾
منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
یہ اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھا دنیا کی زندگی کو آخرت سے اور اللہ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
راستہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو ف۸ یہ وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے

ف۳ یعنی قرآن شریف نہ خدا کا کلام ہے، ور نہ نسخ اس میں نہ ہوتا- اور نہ یہ آپ کا کلام ہو سکتا ہے- کیونکہ آپ کا امی ہونا سب کو معلوم و مسلم تھا- ایک امی جس نے نہ کبھی کوئی کتاب چھوئی ہو نہ قلم ہاتھ میں پکڑا ہو، بلکہ باوجود اعلیٰ درجہ کے قریشی ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی زبان سے نہ کہا ہو، جس میں عرب کی چھوکریاں تک فطری سلیقہ اور ملکہ رکھتی تھیں- کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ بدون تعلیم و تعلم کے دفعۃً ایسی کتاب بنا لائے جو اس قدر عجیب و غریب علوم و حکم، مؤثر ہدایات اور کایا پلٹ کر دینے والے قوانین و احکام پر مشتمل ہو- ناگزیر کہنا پڑے گا کہ کوئی دوسرا شخص انہیں یہ باتیں سکھلاتا اور ایسا کلام بنا کر دیدیتا ہے- وہ شخص کون تھا جس کی بے اندازہ قابلیت سے قرآن جیسی کتاب تیار ہوئی اس کے نام میں اختلاف تھا- جبر، یسار، عائش یعیش- کئی عجمی غلاموں کے نام لئے گئے ہیں جن میں کوئی یہودی تھا کوئی نصرانی- بلکہ بعض کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ نصرانیت چھوڑ کر مذہب اسلام قبول کر چکے تھے- کہتے ہیں حضور گاہ بگاہ آتے جاتے ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھتے تھے یا وہ حضور کی خدمت میں کبھی حاضر ہوا کرتا تھا- مگر تعجب ہے اتنے بڑے قابل انسانوں کا تو نام بھی تاریخ نے پورے تیقن و تعین کیساتھ یاد نہ رکھا- اور جو ان سے سیکھ کر محض نقل کر دیا کرتے تھے، دنیا ان کے قدموں پر گر پڑی- حتیٰ کہ جنہوں نے انکو نبی نہ مانا، دنیا کا سب سے بڑا مصلح اور کامل انسان ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا- بہرحال مشرکین کے اس سفیہانہ اعتراض سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ دعوائے بعثت سے پہلے آپکا امی ہونا انکے نزدیک ایسا مسلم تھا کہ قرآنی علوم و معارف کو آپ کی امیتِ مسلمہ سے تطبیق نہ دے سکتے تھے- اسی لئے کہنا پڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ باتیں سکھلا جاتا ہے- بلاشبہ آپ سکھلائے ہوئے تھے، لیکن سکھلانے والا کوئی بشر نہ تھا- وہ ربِ قدیر تھا جس نے فرمایا "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ"۔

ف۴ یعنی اگر قرآن کے علوم خارقہ اور دوسری وجوہِ اعجاز کو اپنی غباوت کی وجہ سے تم نہیں سمجھ سکتے تو اس کی زبان کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا ادراک تو کر سکتے ہو- جس کے متعلق بار بار چیلنج دیا جا چکا اور اعلان کیا جا چکا ہے کہ تمام جن و انس ملکر بھی اس کلام کا مثل پیش نہ کر سکیں گے- پھر جس کا مثل لانے سے عرب کے تمام فصحاء و بلغاء بلا استثناء احدے عاجز و درماندہ ہوں ایک گمنام عجمی بازاری غلام سے کیونکر امید کی جا سکتی ہے کہ ایسا کلام معجز تیار کر کے پیش کر دے- اگر تمام عرب میں کوئی شخص بالفرض ایسا کلام بنا سکتا تو وہ خود حضرت محمد صلعم ہوتے- مگر قرآن کے سوا آپ کے دوسرے کلام کا ذخیرہ قرآن کے بیان کردہ موضوعات پر موجود ہے، جو باوجود انتہائی فصاحت کے کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورتِ قرآنی کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ ف۵ یعنی کھلے دلائل کے باوجود جو شخص یہ ہی دل میں ٹھان لے کہ یقین نہیں کرونگا، خدا تعالیٰ بھی اسکو مقصد پر پہنچنے کی راہ نہیں دیتا جتنا سمجھائیے کبھی نہ سمجھے گا- بداعتقاد آدمی ہدایت سے محروم رہ کر آخر سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ ف۶ یعنی آپ کو کہتے ہیں "اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ" حالانکہ آپ کی امانت و راستبازی پہلے سے مسلم اور ہر ایک چال ڈھال سے ظاہر تھی- کیا جھوٹ بنانے والوں کا چہرہ اور طور و طریق ایسا ہوتا ہے؟ جھوٹ بنانا تو ان اشقیاء کا شیوہ ہے جو خدا کی باتیں سن کر اور اس کے نشانات دیکھ کر بھی یقین نہ کریں- اس سے بڑا جھوٹ کیا ہو گا کہ آدمی خدا کی باتوں کو جھوٹا کہے۔ ف۷ ایک تو وہ مجرم ہیں جو سیکڑوں دلائل و آیات سنکر بھی یقین نہ لائیں- مگر ان سے بڑھکر مجرم وہ ہیں جو یقین لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں جیسا کہ عبداللہ بن ابی سرح نے کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا- العیاذ باللہ- ایسے لوگوں کی سزا آگے بیان فرمائی ہے- درمیان میں "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ الخ" سے ایک ضروری استثناء کر دیا گیا یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے ایک لمحہ کیلئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اسکے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت گلو خلاصی کیلئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو، بلکہ زبانی لفظ سے سخت کراہیت و نفرت ہو، ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائیگا- ہاں اس سے بلند مقام وہ ہے کہ آدمی مرنا قبول کرے مگر منہ سے بھی ایسا لفظ نہ نکالے جیسا کہ حضرت بلالؓ

(بقیہ صفحہ ۳۷۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۶۹ حضرت یاسرؓ حضرت سمیہ حضرت حبیب بن زید انصاری اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ بنظر اختصار ہم یہاں درج نہیں کرسکتے ابن کثیر میں دیکھ لئے جائیں۔ **ف۸** یعنی ایسے منکروں کو جو حیاتِ دنیا ہی کو کعبۂ مقصود ٹھہرالیں، کامیابی کا رستہ کہاں ملتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو کوئی ایمان سے پھرا ہے تو دنیا کی غرض کو، جان کے ڈر سے یا برادری کی خاطر سے یا زر کے لالچ سے جس نے دنیا عزیز رکھی اسکو آخرت کہاں؟ اگر جان کے ڈر سے لفظ کہے تو چاہئے جب ڈر کا وقت جاچکے پھر توبہ و استغفار کرکے ثابت ہو جائے۔"

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بیہوش ہیں جن کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں خدا کی دی ہوئی قوتیں انہوں نے سب بیکار کردیں۔ آخر کانوں سے حق کی آواز سننے، آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے، اور دلوں سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق سلب ہوگئی۔ مہر کرنے کا مطلب پہلے سورۂ بقرہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ **ف۲** یعنی جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کرڈالیں اور دنیا ہی کو قبلۂ مقصود بنالیں، ان سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔ **ف۳** مکہ میں بعضے لوگ کافروں کے ظلم سے بچل گئے تھے۔ یا صرف زبانی لفظ کفر کہہ لیا تھا۔ اسکے بعد جب ہجرت کی، جہاد کیا، اور بڑے استقلال و پامردی سے اسلام پر قائم رہے، اتنے کام ایمان کے کئے، وہ تقصیر بخشی گئی اور خدا کی مہربانی مبذول ہوئی ایک بزرگ تھے "عمار" ان کے باپ تھے "یاسر" اور ماں "سمیہ" دونوں ظلم اٹھاتے مرگئے، پر لفظ کفر نہ کہا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا خون تھا جو خدا کی راہ میں گرا۔ بیٹے (عمار) نے خوفِ جان سے لفظ کہہ دیا، پھر روتے ہوئے حضرت کے پاس آئے۔ تب یہ آیتیں اتریں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ف۴ یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہ بول سکے گا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، اولاد، احباب و اقارب کوئی کام نہ دے گا۔ ہر شخص اپنی فکر میں پڑا ہوگا کہ کس طرح خدا کے عذاب سے مخلصی حاصل کرے۔ طرح طرح کے جھوٹے سچے عذر برأت کیلئے تراشے گا اور جواب و سوال کرکے چاہے گا کہ رستگاری حاصل کرلے۔

ف۵ یعنی نیکی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی اور بدی کی سزا استحقاق سے زائد نہ دی جائیگی۔

ف۶ یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گذرتی تھی۔

ف۷ یعنی کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے۔ ہر چیز کی افراط تھی، گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔

ف۸ اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی، دنیا کے مزوں میں پڑکر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا۔ بلکہ اسکے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھان لی۔ آخر خدا تعالیٰ نے انکی ناشکری اور کفران نعمت کا مزہ چکھایا۔ یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیر لیا جیسے کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ ایک دم کو بھوک اور ڈر ان سے جدا نہ ہوتا تھا۔

ف۹ ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی بھاری باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی، یعنی انہی کی قوم و نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا۔ جس کا اتباع کرکے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کرسکتے تھے انہوں نے اتباع و تصدیق کی جگہ اسکی تکذیب و مخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے۔ آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب نے آپکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا لاعلی التعیین حوالہ دیکر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کرکے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ کفران نعمت اور تکذیب و عداوت رسول کی سزا سے بیفکر نہ ہوں۔ بعض علماء کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود وادی غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے۔ "اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ" (القصص رکوع ۶) اہل مکہ نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی۔ شرک و عصیان، بیحیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہوگئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلعم کی صورت میں بھیجی۔ اسکے انکار و تکذیب میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ" (ابراہیم رکوع ۵) آخر خدا تعالیٰ نے امن و اطمینان کے بجائے مسلمان مجاہدین کا خوف اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کردیا۔ جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی۔ پھر "بدر" کے معرکہ میں غازیان اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر تو یہ ہوا دوسری طرف جو لوگ ان ظالموں کے جور و ستم سے تنگ آکر گھربار چھوڑ بھاگے تھے انکو خدا نے بہتر ٹھکانا دیا، دشمنوں کے خوف سے مامون و مصئون بنایا، روزی کے دروازے کھول دیے، زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی، بلکہ اقلیموں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنادیا۔ شاید اسی لئے ان آیات میں مکہ والوں کا حال سنا کر اگلی آیت "فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" الخ میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے۔ کہ تم اس قسم کی حرکات سے بچتے رہنا جن کی بدولت مکہ والوں پر مصیبت ٹوٹی۔ **ف۱۰** یعنی جسکو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال و طیب روزی سے تمتع کرے اور اس کا احسان مان کر شکر گذار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے منتفع ہوتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے۔ بلکہ اس پر اور

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

اُن کے دل پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور یہی ہیں بے ہوش ف۱

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ

خود ظاہر ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خراب ہیں ف۲ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب

لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا

ان لوگوں پر کہ انہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ مصیبت اٹھائی پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ

بے شک تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ف۳ جس دن آئے گا ہر

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ

جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے ف۴ اور پورا دے گا ہر کسی کو جو اس نے کمایا اور ان

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً

پر ظلم نہ ہوگا ف۵ اور بتلائی اللہ نے ایک مثال ایک بستی تھی چین

مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

امن سے ف۶ چلی آتی تھی اس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے ف۷ پھر ناشکری کی

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا

اللہ کے احسانوں کی پھر چکھایا اس کو اللہ نے مزہ کہ ان کے تن کے کپڑے ہوگئے بھوک اور ڈر بدلا اس کا جو وہ

يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ

کرتے تھے ف۸ اور ان کے پاس پہنچ چکا رسول انہی میں کا پھر اس کو جھٹلایا

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

پھر آپکڑا اُن کو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے ف۹ سو کھاؤ جو روزی دی تم کو اللہ نے

حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ف۱۰

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ
اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور سؤر کا گوشت اور جس پر نام پکارا
لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ
اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی ناچار ہو جائے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ
بخشنے والا مہربان ہے ف۱ اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے
هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ
کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان باندھو ف۲
إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ
بے شک جو بہتان باندھتے ہیں اللہ پر ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا سا
قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا
فائدہ اٹھالیں اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے ف۳ اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے حرام کیا
مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا
تھا۔ جو تجھ کو پہلے سنا چکے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا پر وہ اپنے
أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ
اوپر آپ ظلم کرتے تھے ف۴ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ
نادانی سے ف۵ پھر توبہ کی اس کے پیچھے اور سنوارا اپنے کام کو سو تیرا رب
مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٩﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا
ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے ف۶ اصل میں تو ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا فرمانبردار
لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۚ
اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک والوں میں ف۷ حق ماننے والا اس کے احسانوں کا ف۸

ع ۱۵ ۲۱

ف۱ اس آیت کی تفسیر سورۂ "بقرۃ" اور "انعام" وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لی جائے، یہاں غرض یہ ہے کہ جس طرح پہلی آیت میں اشارہ تھا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے، اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں چنانچہ آئندہ آیات میں نہایت وضاحت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

ف۲ یعنی بدون کسی مستند شرعی کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب و افترا ہے۔ حلال و حرام تو وہ ہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حلال یا حرام کہا ہو۔ اگر کوئی شخص محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اسکی نسبت کرتا ہے، جیسے مشرکین مکہ کرتے تھے، جس کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا وہ فی الحقیقت خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ جس چیز کو خدا نے حلال کیا حلال اور جس کو حرام کیا حرام سمجھیں۔ بدون ماخذ شرعی کے حلت و حرمت کا حکم نہ لگائیں۔

ف۳ یعنی مشرکین مکہ جو حضور کو معاذ اللہ مفتری کہتے تھے یاد رکھیں کہ وہ خود مفتری ہیں۔ از راہ کذب و افترا جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ان کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن اور دنیا کا مزہ اڑا لیں، پھر دائمی جیلخانہ تیار ہے۔

ف۴ سورۂ "انعام" آیت "وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا الخ" کے فوائد میں اس کا بیان گذر چکا، ملاحظہ کر لیا جائے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے، عین حکمت ہے، کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

ف۵ مثلاً حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنایا "نادانی سے"، اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر کرے، وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر کرتا ہے۔ اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بد نتائج کا تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کر سکتا۔ سورۂ "نساء" آیۃ "إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ" الخ کے تحت میں جو اس کے متعلق لکھا گیا ہے اسے بھی ایک مرتبہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

ف۶ یعنی کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

باز آ باز آ ہر آنچہ کردی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ف۷ مشرکین عرب کی شرکیات کا رد کر کے امام الموحدین ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یاد دلاتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ ان کی نسل سے تھے اور دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حالانکہ ملت ابراہیمی سے انہیں دور کی نسبت بھی نہ رہی تھی۔ انہیں بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام موحدین کے امام نیکی کے معلم، تمام دنیا کے مشرکین کے مقابلہ میں تن تنہا ایک امت عظیم کے برابر تھے جن کی ذات واحد میں حق تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں اور کمالات جمع کر دیئے تھے جو کسی بڑے مجمع میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں ؎

لَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَنْكَرٍ أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

ابراہیم خدا کا کامل مطیع و فرمانبردار بندہ تھا جو ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کا ہو رہا تھا، ممکن نہ تھا کہ بدون حکم الٰہی کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دے وہ خود تو معاذ اللہ شرک کا ارتکاب کہاں کر سکتا، مشرکین کی جماعت اور بستی میں رہنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر جو لوگ آپ کو "حنیف" کہتے اور دین ابراہیمی پر بتاتے ہیں۔ انہیں شرم کرنی چاہئے کہ خدا پر افترا باندھ کر حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا اور شرک کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑنا، کیا ایک "حنیف" اور ابراہیمی کی شان ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو! حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کے لئے تشریف لائے ہیں اگر اصلی دین ابراہیم پر چلنا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو

ف۸ یعنی ابراہیمؑ خدا کا شکر گذار بندہ تھا۔ تم سخت ناسپاس اور کفران نعمت کرنے والے ہو جیسا کہ "ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً الخ" کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔ پھر اسکی راہ پر کیونکر ہوئے۔

ف۱ یعنی توحید کامل اور تسلیم و رضا کی سیدھی راہ پر چلایا۔ ف۲ یعنی نبوت، فراخ روزی، اولاد، اور وجاہت و مقبولیت عامہ کہ تمام اہل ادیان بالاتفاق انکی تعظیم کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ اپنا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملائے۔ ف۳ یعنی اس نے اپنے حق میں جو دعا کی تھی۔ وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ قبول ہوئی، بیشک وہ آخرت میں صالحین کے اعلیٰ طبقہ میں شامل ہونگے۔ جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔ ف۴ اس کا بیان سورۂ "انعام" آیت "دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" کے تحت میں گذر چکا۔ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام اور دین کی باتوں میں اصل ملت ابراہیم ہے۔ درمیان میں یہود و نصاریٰ کو ان کے حالات کے مناسب بعض مخصوص احکام دیئے گئے۔ آخر آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا، تا اصل ملت ابراہیمی کو جو غفلت اور تحریف و تصرف بیجا کی دستبرد سے ضائع ہو چکی تھی۔ از سر نو زندہ اور روشن کیا جائے، اور شرک کی تمام رگیں کاٹ دی جائیں حدیث میں ہے "بُعِثْتُ بِالسَّمْحَةِ الْحَنِیْفِیَّةِ الْبَیْضَاءِ" اس کی پوری شرح و تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں کی ہے جو قابل دید ہے۔ ف۵ یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا، اس امت پر بھی نہیں ہے۔ البتہ درمیان میں "یہود" نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن انتخاب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی کی تعظیم کرو اور مچھلی کا شکار اس روز مت کرو! یہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنائے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا۔ ایک اسی پر کیا منحصر ہے وہاں تو سارے اختلافات اور جھگڑے چکا دیئے جائینگے مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت کوئی "یہودی" بتلاتا تھا کوئی "نصرانی"، حالانکہ حق تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ وہ "حنیف مسلم" تھے۔ بہرحال آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ ہو جائیگا اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر ف۱ اور دی ہم نے دنیا میں اس کو خوبی ف۲

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ

اور وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں ہے ف۳ پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ

دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شرک والوں میں ف۴ ہفتہ کا دن

السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

جو مقرر کیا سو انہی پر جو اس میں اختلاف کرتے تھے اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ

قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کرتے تھے ف۵ بلا اپنے رب کی

رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح

اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ

بہتر ہو ف۶ تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے ان کو جو بھول گیا اس کی راہ اور وہی بہتر جانتا ہے

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَ

ان کو جو راہ پر ہیں ف۷ اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے اور

لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا

اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ف۸ اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ

بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور مت ہو تنگ ان کے فریب سے ف۹

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں ف۱۰

ف۶ اوپر کی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لیکر آئے ہیں، اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ الخ سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، اسکے تین طریقے بتلائے۔ حکمت، موعظت حسنہ، جدال بالتی ہی احسن "حکمت" سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں "موعظت حسنہ" مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کیجاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک مایوس و پژمردہ قوم جھرجھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے، مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں۔ ان میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہا کی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی اس لئے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فرما دیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو، خواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے، مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہئے، خشونت، بداخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔ ف۷ یعنی طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو۔ وہ ہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا ان سے معاملہ کریگا۔ ف۸ یعنی دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ ف۹ یعنی مظالم و شدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا ہے اور اُف نہ کرے۔ ف۱۰ یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی اختیار کریگا، اسی قدر خدا کی امداد و اعانت اسکے ساتھ ہوگی۔ سو ایسے لوگوں کو کفار کے مکر و فریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین و محسنین کے ساتھ اپنے فضل و رحمت سے محشور فرمائے۔ تم سورۃ النحل بعونہ و توفیقہ و للہ الحمد۔